The Late Rev.Maulavi Sultan Muhammad Khan Paul
Arabic Professor, Forman Christian College Lahore

بسم الله الرحمن الرحيم

وَلاَ مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

(سورۃ انعام ۳۴)

There is none that can alter the words
(And decrees) of Allah.
AL-ANAAM (CATTLE, LIVESTOCK 34)

Correction of Corruption

By
The Late Rev.Maulavi Sultan Muhammad Khan Paul
Arabic Professor, Forman Christian College Lahore

مصنفہ

جناب پادری مولوی سلطان محمد پال خان صاحب مصنف کتب مناظرہ

جسے ایم۔ کے۔ خان۔ مہاں سنگھ باغ لاہور نے شائع کیا
1925
www.muhammadanism.org
Urdu
August.15.2004

یادگار

اس کتاب کو جناب مصنف کی خواہش کے مطابق زبدۃ المتکلمین۔ سلطان القلم۔ مسٹر اکبر مسیح صاحب مرحوم، مصنف ضربت عیسوی یا ابطال مرزا۔ منارۃ البیضا، تنویر الاذہان فی فصاحت القرآن۔ تاویل القرآن، زندہ جاوید بائبل یا وید۔ ادعائے اسماعیل۔ وغیرہ متعدد کتب مناظرہ جن کے نام سے آج تک احمدی آریہ صاحبان کا دم خشک ہوتا ہے کی یادگاری میں شائع کیا جاتا ہے۔

خان۔

وَلاَ مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ

انعام ۳۴

ضمیمہ

تصحیف التحریف

مرتبہ

مسٹر موسیٰ خان۔ خان

جسے

مسٹر ایم۔ کے۔ خان۔ مہاں سنگھ باغ لاہور نے شائع کیا

1925

مُقدمۃ

عصر حاضرہ کے مسلمانوں نے صریح آیات قرآنی کے برخلاف یہ غلط عقیدہ رائج ہوگیا ہے کہ قرآن کے نزول کے وقت تورات وانجیل اپنی اصلی حالت پر موجود نہ تھیں اور علمائے یہود ونصاریٰ کی دست بروسے ان میں تحریف وتغیر ہوچکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بائبل سے بدظن ہیں اوراس کو مطالعہ کرنے اور مُطالب پر انصاف سے غور خوص کرنے سے محروم ۔ مگر نہ تو قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت ہے اور نہ صحاح ستہ میں کوئی ایسی حدیث ہے جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوسکے۔ بلکہ برعکس اس کے قرآن شریف کی کتب سماویہ کا مصدق ومحافظ ہونے کا بالتکرار ذکر کرتاہے ۔ اس غلط عقیدہ کی تردید میں ہمارے محترم جناب پادری مولوی سلطان محمد خان صاحب افغان نے جوکہ عربی کے فاضل اور قرآن وحدیث کے عالم ہیں۔ یہ رسالہ بنام تصحیف التحریف لکھ کر اہل اسلام پر بڑا احسان کیاہے تاکہ وہ قرآن شریف کی ضد میں کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جس سے کہ اسلام کے دشمن اور کلام ربانی کے مخالف سمجھے جائیں۔

ہاں پادری صاحب نے ازروئے آیات قرآنیہ واحادیث محمدیہ اور اقوال علمائے اسلام یہ ثابت کردیا ہے کہ جہاں کہیں تحریف کا الزام ہے وہ صرف یہود ونصاریٰ کے ان علماء کی ذات پر ہے جو اپنی کتب مقدسہ کی تفسیر وترجمہ کرنے میں اورتاویلات بعیدہ سے کام لیتے تھے۔آج جب ہمارے چاروں طرف اسلام کے سینکڑوں فرقے اورہر فرقہ کا جداگانہ " قرآن شریف" کا ترجمہ وتفسیر شائع ہوتے اپنی آنکھوں دیکھتے ہیں اور تخالف وتضاد باہمی کا جو سلسلہ لامتناہی ان میں پاتے ہیں تو بلاشک بے اختیار منہ سے نکل جاتاہے کہ یحرفون الکلمہ عن مواضعہ۔ مختلف ترجموں اور تفسیروں کی ہی طفیل آج مسلمانوں کے تمام فرقے باہمی جنگ وجدال میں مصروف اور تکفیر بازی میں مشغول ہیں اور کفر کے آئے دن فتوے قرآن کے ماننے پر نہیں بلکہ اس کے ترجمہ اور تفسیر میں اختلاف کی وجہ سے جاری ہورہے ہیں ۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج اہل اسلام کے پاس قرآن کا ایک بھی مستند ترجمہ موجود نہیں ہے۔

جب ہم احادیث اور تواریخ الاسلام کا مطالعہ کرتے ہیں توصاف معلوم ہوجاتاہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں چند علمائے یہود ونصاریٰ اپنی کتب مقدسہ کے خلاف تعلیمات دیتے اور عمل کرتے تھے۔

اہل اسلام کی خوش قسمتی سے مولوی صاحب ممدوح الصدر مسیحیت کے حلقہ بگوش ہوچکے ہیں۔ امید واثق اوریقین کامل ہے کہ اگر اہل اسلام اس کتاب کو تعصب سے خالی الذہن ہوکر محض تلاش حق کی خاطر مطالعہ فرمائینگے تو ان کو یقین ہوجائیگا کہ خدا کے کلام میں تبدیلی کے امکان کا خیال بھی کرنا نہ صرف یہودی اور مسیحی مذاہب کے خلاف ہے بلکہ قرآن کے بھی نقیض ہے۔

کوئی شخص قرآن کو سچا مان کر اس کی اس آیت کو جھٹلا نہیں سکتا کہ وَلاَ مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ترجمہ: اللہ کا کلام بدلتا نہیں "اور اگر غلط تفسیر و ترجمہ پر الزام ہے۔ تو یقیناً اگر بانئے اسلام آج زندہ ہوتے تو وہ محمدی علماء پر وہی الزام دیتے جو اس وقت یہودی و نصرانی علما کو دیا جاتا تھا یعنی یہ کہ یحرفون الکمہ عن مواضعہ۔

مسئلہ تحریف اور بہائی مذہب

آج دنیا میں بہائی مذہب ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے پیش ہورہا ہے۔اس کے پیرو دنیا کے جملہ حصص میں پائے جاتے ہیں اور اس ملک ہند کے بھی اکثر مقامات میں موجود ہیں۔ چنانچہ سال گذشتہ چند قادیانی اصحاب بہائی مذہب کے عقائد رکھنے کے باعث قادیاں سے خارج کردئے گئے۔ ان میں سے دو اخبار الفضل قادیاں کے اڈیٹر تھے۔اب انہوں نے آگرہ سے مذہب بہائیہ کی تبلیغ کے لئے کوکب ہند نامی ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا ہے۔

جب ہم اس کتاب کو چھاپ چکے تو بہائی مذہب کی مقدس کتاب ایقان کا مندرجہ ذیل فارسی حوالہ ہمارے ہاتھ آیا جسے ہم اس کے اردو ترجمہ کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ بہائی لوگ بھی بائبل پر تحریف کا الزام لگانے والوں کو جھوٹا جانتے ہیں۔ وہو ہذا۔

" قل یاملا الجہال فانتظر واکما کان الذین من قبلکمہ لمن المنتظرین۔

واگرازایشاں سوال شود ازشرائط ظهور انبیائے بعد که درکتب قبل است ازجمله آنها علامات ظهور واشراق شمس محمدی است - چنانچه مذکودشدوبرجسب ظاهر ہیچیک ظاهر شد - مع ذالک بچه دلیل وبرهان نصاری وامثال آہنار اروے نمائید وحکم برکفر آنها نموايد - چوں عاجز ازجواب میشوند تمک بایں نمایند که ایں کتب تحریف شده ومن عندالله نموده ونیست وحال آنکه خود عبارات آیه شهادت میدہد- برانیکه من الله است ومضمون ہمیں آیه درقرآن ہم موجوداست لوانتم تعرفون- براستی میگوئم - مقصود از تحریف را داریں مدت ادراک ننموانده- بلتے درآیات منزله وکلمات مرایائے احمدیه ذکر تحریف غالین وتبدیل متکبرین ہست- ولکن درامواضع مخصوصه ذکر شد وازاں جمله حکایت ابن صوریا است - دردقتیکه اہل خیبر درحکم قصاص زنائے محصن، ومحصنه از نقطه فرقان سوال نموند وآنحضرت فرمود حکم خدا رجم است وایشاں انکار نموونده که در تورات چنیں حکمے نیست- حضرت فرموداز علمائے خود که راسلم وکلام اور امصد قیه؟ ابن صوریا راقبول نموند حضرت اور احضار نمود فرمود-

اقسمک با الله الذی فلق لکمه البحروانزل علیکمه المن وظلل لکمه الغمامه ونجاکمه من فرعون وملاه وفضلکمه علی الناس بان تذکرلنا ماحکمه به موسیٰ فی قصاص الزانی المحصن والزانیه المحصه که مضمون آں نیست که آنحضرت ابن صوریا بایں قسمهائے موکد قسم واوند که ور توراه حکم قصاص درزنائے محصن چه نازل شده عرض نمود یا محمد رجم است - آنحضرت فرمود پس چرایں حکم میاں یہود منسوخ

شدہ ومجری نیست عرض نمود چوں بختنصر بیت المقدس را بسوخت و جمیع یہود را بقتل - رساند- دیگر یہودی درارض باقی نماند الامعدودے قلیل وعلمائے ان عصر نظر بقلت یہود وکثرت عمالقہ بمشاور جمع شدند اگر موافق حکم توارہ عمل شود آنچہ آزدست بختنصر نجات یافتند بحکم کتاب مقتول میشوند وبایں مصالح حکم قتل رازمیاں بالمرہ برداشتند - بارے دریں جبرئیل برقلب منیرش نازل شدوایں آیہ عرض نمود "یحرفون الکلمہ عن مواضعہ " ایں یک موضع بود کہ ذکرشد دود ایں مقام مقصود از تحریف نہ چناں است کہ ایں ہیچ رعاع فہم نموادادہ اند چنانچہ بعضے میگونید کے علمائے یہود ونصاری آیاتے راکہ دردصفت طلعت محمدیہ بود از کتاب محو نمونند مخالف آں راثبت کروند ایں قول نہایت بے معنی دبے اصل است - آیا میشود کسے معتقد بکتابے گشتہ ومن عن اللہ دانستہ آں را محو نماید ازایں گذشتہ تورات درہمہ روئے ارض بود منحصر بمکہ ومدینہ نبود، کہ بتوانند تغیر وہند ویاتبدیل نمایند- بلکہ مقصود از تحریف ہمیں است کہ الیوم جمیع علمائے فرقان باآمشغولند وآن تفسیر ومعنی نموودن کتاب است - برہواومیل خود چوں یہود درزمان آن حضرت آیا توراہ راکہ مدل برظہور آنحضرت بود بہوائے خود تفسیر نموندوبیان آنحضرت راضی نشند - لہذا حکم تحریف دربارہ آنہا صدور یافت - چنانچہ الیوم مشہود است کہ چگونہ تحریف نمودند- امت فرقان آیات کتاب رادر علامات ظہور وبمیل وہوائے خود تفسیر مینمانند - چنانچہ مشہوراست درمقام دیگر میفرید (وقد کان فریق منہم یسمعون کلام اللہ ثمہ یحرفونہ من بعد ماعقلوہ وھمہ

یعلمون -)آویں آیہ ہم مدل است برتحریف معانی- کلام الہیٰ نہ برمحو کلمات ظاہر یہ چنانچہ ازآیہ مستفاد میشواوعقول مستیمہ ہم ادراک مینماند - درموضع دیگر میفرماید (فویل للذین یکتبون الکتاب باندھیم ثمہ یقولون ھذآمن عبداللہ یشترو وبہ ثمناً قلیلا الی آخر الایہ) وہ ایں درشان علمائے یہود بزرگان ایشاں نازل شد کہ ان علماء بواسطہ استرضائے خاطر اغنیا واستجلاب زخارف دینا واظہار غل وکفر الواحے چند بررد حضرت نوشتند وبدلایلے چند مستدل شد مذکر ذکر آنہا جانیر ودنسبت دادوند مقداررد برایں امر بدیع علمائے جاہل عصر نوشہ اند - وگمان نمودہ اند کہ ایں مفتریات مطابق آیات کتاب موافق کلمات اولی الباب است- بارے مقصود ایزایں اذکار ایں بودہ کہ اگر بگونید ایں علائم مذکورہ انجیل ذکرشد تحریف یافتہ درد نمایند ومتمسک بایات واخبار شوند مطلع باشید کہ کذب محض وافترائے صرف است بلے ذکر تحریف بایں معنی کہ ذکر شد دراما کن مشخصہ ہست- چنانچہ بعضے ازآں رازکر نمودیم تامعلوم ومبرہن شود برہرذی بصرے کہ احاطہ علوم ظاہرہ ہم نزد بعضے از مبین الہیٰ دیگر معارضین بایں خیال نیقتدد معارضہ نمانید- فلاں آیہ دلیل برتحریف است وایں اصحاب از عدم اطلاع ذکر ایں مراتب ومطالب راہ نمودہ اندرد دیگرآنکہ اکثرآیات کہ شعر بتحریف است دربارہ یہود نازل شدہ لواتم فی جزائر علم الفرقان تحبرون- اگرچہ از بعضے حمقائے ارض شنیدہ شہد کی انجیل سماوی اور دست نصاری نیست وباآسمان فرتہ دیگر غافل ازیں کہ از ہمیں قول نسبت کمال ظلم وجبر برائے حضرت باری جل و

عزت ثابت میشود۔ زیر بعد از آنکہ شمس جمال عیسی ازسان قوم غائب شدہ
بفلک چہارم ارتقا فرمودہ کتاب حق جل ذکرہ کہ اعظم برہان واست میاں خلق
وآن ہم غائب شود۔ دیگر آن خلق اززمان عیسیٰ تا زمان اشراق شمس محمدی بچہ
متمسکندو بکدام امرماور دیگر چگونہ مورد انتقام متنقم حقیقی میشوند ۔ ومحل نزول
عذآب وسباط سلطان معنوی میگروند۔ از ہمہ گذشتہ انقطاع فیض فیاض وانسد اد
باب رحمت سلطان ایجادلازم میاید۔فنوذ با اللہ عمایظن العباد فی حقہ فتعالی عما
ھم یعرفون۔

(منقول از کتاب مستطاب ایقان صفحہ ۷۰ تا ۷۶ مطبوعہ مصرہ ۱۹۰۰ء)

ترجمہ: کہہ دو کے اے جاہلوں کے گروہ انتظاری کرو ان کی طرح جو تم
سے پہلے انتظاری کرتے تھے۔

اور جب ان سے بعد کے انبیاء کے ظہور کی شرطوں کے متعلق جو کہ
پہلی کتابوں میں ہیں سوال ہوتا ہے جن میں محمدی سورج کے ظہور وطلوع کی
علامتیں بھی شامل ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور ظاہری طور پر ایک بھی ظاہر نہیں
ہوئی۔ تو باجود اس کے تم نصاریٰ وغیرہ کی کس دلیل و برہان سے تردید کرتے
ہو۔ اور ان کو کافر کہتے ہو؟ جب جواب سے عاجز ہوجاتے ہیں تو یہ بات پکڑتے
ہیں کہ یہ کتابیں محرف ہوگئیں اور نہ خدا کی جانب سے تھیں اور نہ ہیں۔ حالانکہ
خود آیت کی عبارتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اسی
آیت کا مضمون قرآن میں بھی موجود ہے۔ کہ کاشکے تم سمجھ جاتے۔ میں سچ کہتا
ہوں کہ انہوں نے اتنی مدت تک تحریف کا مطلب نہیں سمجھا۔ ہاں آیاتِ
منزلہ اوراحادیث محمدیہ میں حد سے گذرنے والوں کی تحریف اور مفروروں کی
تبدیل کا ذکر ہے۔ لیکن یہ ذکر خاص موقعوں پر ہوا ہے ان میں سے ایک ابن
صوریا کی حکایت ہے۔ جب اہل خیبر نے شادی شدہ مرد وعورت کے زنا کے
قصاص کے حکم کی بابت فیصلہ کی غرض سے سوال کیا تو آنحضرت نے فرمایا
کہ خدا کا حکم رجم ہے۔ اور انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ تورات میں ایسا کوئی حکم
نہیں۔ حضرت نے فرمایا تم اپنے عالموں میں سے کس کو مانتے اور کس کے کلام
کو سچ جانتے ہو۔ انہوں نے ابن صوریا کو منظور کیا۔اسے حضرت نے بلاکر
فرمایا۔

قسم ہے تجھے اس خدا کی جس نے تمہارے لئے سمندر کو چیرا اور تم
پر من اتارا اور بدلیوں کا تم پر سایہ کیا۔ اور تمہیں اور تمہارے گروہ کو فرعون
سے رہائی دلائی اور تم کو آدمیوں پر فضیلت بخشی۔ ہمیں تحقیق سے بتاؤ کہ موسیٰ
نے شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے زنا کے قصاص کی نسبت کیا حکم
کیا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ آنحضرت نے مکد قسموں سے اسے حلف دیا۔ کہ
تورات میں کتخدا کے زنا کے عوض کا کیا حکم ہے اس نے عرض کیا کہ اے محمد
رجم ہے۔

آنحضرت نے پوچھا پھر یہودیوں میں یہ حکم کیوں منسوخ ہو گیا اوراب جاری نہیں ہے اس نے عرض کیا کہ جب بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو جلایا اور تمام یہودیوں کو قتل کرادیا اورملک میں صرف تھوڑے سے یہودی رہ گئے اس وقت کے عالموں نے یہودیوں کی قلت اور عمالیقوں کی کثرت کے خیال سے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ اگر تورات کے فرمان کے مطابق عمل کیا جائیگا تو چند یہودی جو بخت نصر کے ہاتھوں سے بچ نکلے ہیں مارجائینگے۔ ان مصلحتوں باعث انہوں نے قتل کے حکم کو ایک بار موقوف کردیا۔اس وقت جبرائیل آنحضرت کے قلب نورانی پر نازل ہوا۔ اور یہ آیت عرض کی "یحرفون الکلمہ من مواضعہ " یعنی کلام کو اس کے موقعوں سے مروڑتے ہیں) یہ ایک موقع تھا۔ جس کا ذکر ہوا۔ اس مقام میں تحریف کا وہ مطلب نہیں جو عوام الناس نے سمجھ لیا ہے۔ جیسا کہ بعض کہتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی عالموں نے ان آیات کو جو وصف طلعت محمدیہ کے متعلق تھیں کتاب (بائبل) سے مٹاڈالا اوران کی بجائے اس کے خلاف لکھ لیا۔ یہ بات نہایت بے معنی اوربے بنیاد ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کہ ایک شخص جو ایک کتاب کا معتقد ہو اوراسے خدا کی طرف سے مانتا ہو پھر اسے مٹاڈالے! علاوہ بریں تورات تمام جہان میں موجود تھی۔ صرف مکہ ومدینہ تک محدود نہ تھی جو اس میں تغیر وتبدل کرسکیں بلکہ تحریف کا مطلب یہی ہے جیسا کہ آج کے دن فرقان کے تمام علما اس میں مشغول ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کتاب کی تفسیر وتفہیم اپنی خواہش ورغبت کے مطابق کرنا۔ اورچونکہ آنحضرت کے وقت میں یہودی تورات کی ان آیتوں کی جو حضرت کے ظہور پردلالت کرتی تھیں اپنی خواہش کے مطابق تفسیر کرتے تھے اور حضرت کے بیان کو نہ مانتے تھے اس لئے تحریف کا حکم ان کی بابت صادر ہوا۔ چنانچہ آجکے دن ظاہر ہے کہ امت فرقانیہ ان آیات میں جو ظہور (غالباً اس سے مراد خودانہی کا ظہور ہے ۔ خان) کی علامتیں ہیں کس طرح اپنی ہوادہوس کے مطابق تفسیر کرتے ہیں ۔ چنانچہ ایک اور آیت بھی اس پر شاہد ہے کہ ان میں سے ایک فریق ہے کہ اللہ کے کلام کو سنتے ہیں اور سمجھنے کے بعد اس کو بدلتے ہیں اس پر اصرار کرنا کفر کی حد تک پہنچتا ہے بشر کے امکان واختیار سے بعید ہے کہ کلام خدا کو کامیابی کے ساتھ باطل کرسکے ۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

کتب آسمانی درزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اب ہم یہ ثابت کریں گے کہ زمانہ تالیف قرآن میں کتب آسمانی بنام تورات وانجیل موجود تھیں اور کہ آنحضرت نے ان کو صحیح ودرست تسلیم کرلیا تھا۔ اور اگر وہ صحیح ودرست ان کے زمانہ میں نہ تھیں توانہوں خود ان کی صحت وحقانیت پر گواہی دینے میں غلطی کی اس صورت میں مسلمانانِ مدعیان تحریف کو چاہیے کہ پہلے اپنے پیغمبر کی غلطی کو تسلیم کرکے قرآن کی ان آیات کوجن میں اس غلطی کا دخل ہوا ہے جھوٹا قرار دیں۔

(۱۔) تورات وانجیل وغیرہ صحف انبیا پر مسلمانوں کو ایمان لانافرض ہے۔

وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ترجمہ: اورکہو (اے محمدیو) ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے اتاری گئی ہے طرف ہماری اوراتاری گئی ہے طرف تمہاری اور معبود ہمارا اور معبود تمہارا ایک ہے۔ اورہم واسطے اس کے مطیع ہیں۔ (عنکبوت ۵رکوع ۴۶)۔

قُلْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ترجمہ: کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور جو نازل ہوا ہم پر اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسرائیلی فرقوں پر اور جوملاموسیٰ اورعیسیٰ کو اور نبیوں کو اپنے رب سے ۔ ہم ان میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم واسطے اس کے فرمانبردار ہیں(عمران ۹رکوع ۸۴)۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ایمان کس پر لایا جاتاہے ۔ کسی چیز موجود پر یا مفقود پر؟ ہم ایمان لائے جو اترا ہم پر"۔ اوراس کے ساتھ ساتھ اور اسی طرح " ہم ایمان لائے جو اترا تم پر" ۔اہل کتاب کیا مانتے تھے؟ اوران پر کیا اترا تھا ؟ یہی تورات وانجیل وغیرہ ۔ وہ کونسی کتاب تھی ؟ جوپہلے نازل کی گئی تھی۔قرآن پر کیوں ایمان لاتے ہو؟ اس لئے کہ وہ موجود ہے اور صحیح ہے۔ورنہ قرآن مفقود وغیر صحیح پر ایمان کیسا ؟ پر کتاب جو تم پر نازل کی گئی " سامنے موجود ہے اور صحیح ہے اس لئے اس پر بھی ایمان لاؤ اگر موجود نہ ہوتیں اور صحیح نہ ہوتیں توان پر ایمان کی تکالیف دینا مہمل ومجنونانہ فعل ہوتا۔

(۲۔)وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ نُؤْمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرونَ بِمَا وَرَاءهُ ترجمہ: اورجب کہا جاتاہے واسطے ان کے کہ ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے کہ اتارا ہے اللہ نے (یعنی قرآن) کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے کہ اتارا گیا ہے اوپر ہمارے (بائبل) اور کفر کرتے ہیں ساتھ اس چیز کے (قرآن کے) کہ سوال اس کے ہے(سوا بائبل کے)۔ بقر ۱۱ رکوع ۹۱)۔

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَهُمْ ترجمہ: اوروہ سچ ہے سچ کرنے والا اس کوجو ساتھ انکے ہے۔(بقر ۱۹آیت)

مسلمان بیچارے توصاف کہتے ہیں کہ " مانتے ہیں جو اترا ہم پر اور جو اترا تم پر" مگر اہل کتاب اس کے خلاف کہتے ہیں کہ تم پڑے مانا کروجو"جو اترا ہم پر" ہم تو اس کومانتے ہیں جو" اتراہم پر اور نہیں مانتے جو اترا اس کے پیچھے"۔اس کے جواب میں آنحضرت یہ فرماتے ہیں کہ " تم پاگل ہومانتے کس کوہو جو تم پر اترا تھاوہ توآسمان پر پر لگا کراڑ گیا۔ محرف ہوگیا۔منسوخ ہوگیا قابل قبول نہ رہا اب توآسمانی کتاب صرف قرآن ہے۔ ماننا ہو اس کو مانو ورنہ کوئی

دوسرا کلام من جانب اللہ ماننے کے قابل نہیں"، نہیں وہ ایسا نہیں کہتے۔ یہ اس وقت کہتے جبکہ آپ کو زمانہ حال کے ملاؤں کی تائید کرنا منظور ہوتی ۔آپ یہ فرماتے ہیں کہ "اصنوبما انزل اللہ " مانو اللہ کا اترا کلام" یعنی قرآن کو کیونکہ مصدقا لما معصم ۔ وہ سچ بتاتاہے ان کے پاس والی کو" یعنی توراۃ وانجیل کوجبکہ وہ جو تم پر اترا اس کو مانتے ہو اور ہم بھی اس کو مانتے ہیں اس لئے تم بھی قرآن کو مانو کیونکہ قرآن سچ بتاتاہے تمہارے پاس والی کو۔

کیا کوئی صاحب شعور جس کے دماغ میں کچھ بھی عقل وتمیز باقی ہے" ان کے پاس والی کسی ایسے شے کو کہہ سکتاہے جو" ان کے پاس نہ ہو" اور مفقود ہوچکی ہو ؟ ہر گز نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ آنحضرت کے زمانہ میں کتب آسمانی ان کے مخاطبین یعنی اہل یہود کے پاس موجود تھیں"۔ ان کے پاس" تھیں۔ اوروہ بالکل صحیح تھیں۔ سراپا کلام للہ تھیں ۔ جوایمان لانیکے لائق اوریقین کرنے کے قابل تھیں۔ کیونکہ لکھاہے کہ قرآن سچ بتاتاہے ان کے پاس والی کو" کیاقرآن جھوٹی کتابوں کو سچ بتاتا تھا؟ یعنی کیا قرآن جھوٹ بولتا تھا ؟ کیا کوئی ایماندار محرف کتابوں کو سچ بتائیگا؟ اوران پر ایمان لائیگا؟ اور یقین کریگا؟ اور دوسروں کو ایمان لانے کی ترغیب دیگا؟ ہر گز نہیں۔ لیکن آنحضرت ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کو سچ بتاتے ہیں جواہل کتاب کے" پاس" ان کے زمانہ میں موجود تھیں۔

آنحضرت کتب متداولہ پر جو اہل کتاب کے " پاس" تھیں ایک حرف نہیں لاتے۔ وہ اہل کتاب کی تومذمت کرتے ہیں۔ ان کی شکایت کرتے ہیں۔ ان کے خیالوں کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔مگر کیا مجال کہ ان کی کتب آسمانی کی نسبت کوئی بے ادبانہ کلمہ زبان سے نکالیں ۔ بلکہ ان کی کتب کو ازل اول تاآخر تسلیم کرکے فرماتے ہیں کہ" اے کتاب والوایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا سچ بتاتاہے تمہارے پاس والی کو" ۔آنحضرت سے باغی ہے وہ شخص اوراسلام سے مرتد ہے وہ مسلمان جو" سچ نہ بتاوے ہمارے پاس والی کو"۔ہاں پہلے وہ اپنے "پاس" والی کو جھوٹا قرار دے لے تب" ہمارے پاس والی کو جھوٹا کہے۔

(۳۔)لَيْسُواْ سَوَاء مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّهِ آنَاء اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَيُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُوْلَـئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: اہل کتاب میں سے سب برابر نہیں ہیں۔ ایک جماعت ہے قائم پڑھتے ہیں آیتیں خدا کی رات کے وقت میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور دن آخرت کے وقت میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں ۔ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور دن آخرت کے اور حکم کرتے ہیں ساتھ بھلائی کے اور منع

کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں بیچ بھلائیوں کے اور یہ لوگ ہیں نیکوں میں سے (عمران ۱۲ رکوع ۱۱۳ تا ۱۱۴ آیت)۔

اس وقت میں بعض اہل کتاب کا ذکر ہے جو اپنی کتاب کی "آیات" کو پڑھتے تھے۔ بھلا کسی محرف وجھوٹی اور بناوٹی کتاب کو کوئی "رات" کو اٹھ کر " سجدہ " کرتے ہوئے پڑھ سکتا ہے ؟ یہاں بھی وجود صحت کتب سماوی کو آنحضرت نے باآواز بلند تسلیم کررہے ہیں۔ جو چاہے اس آواز کو بلند کرکے اسلام سے مرتد ہوجائے۔

(۴۔)وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِن بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُوْلَـئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ(سورہ مائدہ ۴۳) ترجمہ: کس طرح تجھ کو منصف کرینگے۔ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم ہے (اگر تجھے اپنا حکم بنا بھی لیویں) تب اس کے بعد وہ پھر جاویں گے (توریت کی طرف) اور وہ(یہودی)ایمان لانے والے نہیں ہیں"۔ یہودی آنحضرت کے زمانہ میں اپنے " پاس" تورات رکھتے تھے" جسمیں اللہ کا حکم ہے" ۔ کیا کسی محرف کتاب کی نسبت ایسا قول کسی نے زبان سے نکالاہے؟ "" جس میں اللہ کا حکم "" ہو اس کی نسبت بے ادبی سے کلام کرنا کفر ہے۔

(۵۔)قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاء بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُواْ أَنتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ ترجمہ: کہ کس نے اتارا ہے اس کتاب کو جو لایا تھا موسیٰ روشنی اورہدایت واسطے لوگوں کے کرتے ہو ظاہر تم اس کو ورق ورق اور چھپاتے ہو بہت اور سکھائے گئے ہو وہ جو کہ نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادا (انعام رکوع ۱۱ آیت ۹۱)۔

دیکھئے آنحضرت اپنے ہم عصر یہودیوں سے مخاطب ہیں کہ تورات موسوی میں "" لوگوں کے لئے روشنی وہدایت ہے""۔ یعنی وہ محرف نہیں ہوئی اور نہ کسی طرح بگڑگئی ورنہ اس میں " " روشنی وہدایت"" کیسی ؟ وہ تاریکی وضلالت ہوتی" تم نے ورق ورق کردکھایا" یعنی اس کے نسخے تمہارے پاس اب تک موجود ہیں اور وہ صحیح ہیں۔ ان میں ""نوروہدایت"" ہے۔" " اور بہت کو چھپارکھا"" یعنی ہم کو نہیں دکھاتے لوگوں کو نہیں سناتے ۔ یہ بُرا کرتے ہو۔ کلام خدا کی شہرت کرنا چاہیے۔ وہ پڑھنے پڑھانے کے لئے ہے چھپانے کے لئے نہیں۔ تم چھپا نہیں سکوگے۔ کیونکہ خدا اپنے کلام کی اشاعت خود کریگا۔

اس سے بڑھ کر ہمارے دعویٰ کے لئے یہ کیا تائید چاہیے کہ محمد صاحب نے ہماری کتب کو الہیٰ وحقانی تسلیم کیا۔ انہی کتب کو جو ان کے زمانہ

میں مروج ومتداول تھیں اوران کی صحت پر گواہی دی اور ان کی نسبت کوئی مشتبہ جملہ نہیں کہا۔

(٦۔)وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِعَيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ (سورہ مائدہ ۴۶)۔

اس آیت میں خاص انجیل پر قطعی شہادت دی گئی ہے۔پہلے انجیل کی تعریف یہ بتائی کہ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ یعنی انجیل میں ہدایت اور روشنی ہے""۔ اورمبادا کہ کوئی لاآبالی یہ کہے دے کہ وہ نور وہدایت تھی اب نہیں۔ فرمایا کہ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ راہ بتائی ہے اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے "" اور چاہے کہ انجیل والے"" یعنی جن کے پاس انجیل ہے اور جوآنحضرت کےزمانہ میں موجود تھی " حکم کریں اس پر جو اللہ نے اتارا انجیل میں ""۔ ذرا سوچو تو کیا انجیل محرف کو تمہارا قرآن جس کو تم کلام جانتے ہو" انجیل ""کہتا ہے؟ اور کیا اسی محرف انجیل کی نسبت اللہ فرماتا ہے کہ "" چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے" "ہمیں امید ہے کہ تم اپنے قرآن کوایسا جھوٹا نہیں سمجھتے ہو۔

آنحضرت ﷺ نے انجیل مروجہ کو قبول کیا

پس قطعی طور سے جہاں تک کسی امر واقعی کے لئے ثبوت ممکن ہے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت نے اس انجیل کوجوان کے زمانہ میں اہل انجیل کے پاس تھی قبول کیا۔ اس کو""ہادی"" برحق تسلیم کیا۔ اوراس کوغیر محرف بلکہ اسی کو جس پر تحریف کا وہم وگمان بھی نہ ہوسکتا تھا بتلایا۔ اور تاکید کی" " چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں ""۔

(٧۔)قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّىَ تُقِيمُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ترجمہ: کہے اے اہل کتاب نہیں ۔ تم اوپر کسی چیز کے جب تک کہ قائم(نہ) کر توریت کو اورانجیل کو اور جوکچھ اتارا جاتا ہے طرف تمہاری پروردگار تمہارے سے (مائدہ ۱۰ رکوع ٦٨ آیت)۔

آنحضرت اپنے ہم عصر یہود ونصاریٰ سے جو ان کی رائے میں اپنی کتب مقدسہ کے احکام سے تجاوز کرتے تھے فرماتے ہیں"" اے کتاب والو تم کچھ راہ پر نہیں الخ""۔ ذرا دیکھو تو یہ کتنی مہمل بات ہے کہ اگر تورات اور انجیل وغیرہ کتب سماوی مفقود ہو گئی تھیں (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان پر چلی گئیں یا وہ خراب ومحرف ہو گئیں کہ کوئی شخص ایسی کتابوں کی طرف اشارہ کرکے ان کتاب رکھنے والوں سے کہے کہ " " تم کچھ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو تورات وانجیل اور جو تم پر اترا تھا رب کی طرف سے ""۔ مگر نہیں دراصل وہ موجود ہیں تب تو ان کے ""قائم "" کر نیکی ہدایت ہوتی ہے وہ صحیح ہیں۔ ان میں خطا ونیسان کو دخل نہیں نہ وہ محرف ہیں نہ مبدل

تب تو ارشاد ہوتاہے کہ "" تم کچھ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو۔ تورات اورانجیل کواورجو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے""۔

قرآن کی تسلیم

قرآن تسلیم کرتاہے کہ جس طرح کتب سماوی نازل ہوتی تھیں حضرت مسیح کے زمانہ تک اسی طرح بالکل محفوظ رہیں حتیٰ کہ حضرت مسیح نے اورانجیل نے ہم زبان ہوکر اس کی صداقت پر گواہی دی ۔ مسیح کے ہم عصر حضرت یحییٰ تھے۔ ان پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ کتب سابقہ کے تابع تھے ان کوحکم ہوا۔ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوہ" اے یحییٰ کتاب کو زور سے پکڑلے""۔ جو کتاب یعنی عہد عتیق ان کے زمانہ میں تھا اس کو انہوں نے بحکم اللہ زور سے پکڑلیا۔ یعنی اس پر عمل کیا۔

جب آنحضرت ﷺ آئے اور سکہ نبوت چلانا چاہا تو انبیاء سابقین کی سنت پر چلنا چاہا۔ اور بیعنہ اسی طرح جس طرح عیسیٰ نے "" سچ بتایا تورات کوجو اس کے سامنے وجود تھی"" آپ نے اپنی کتاب یعنی قرآن کی نسبت یہی دعویٰ کیا۔ ""تصدیق کرتا اگلی کتابوں کی"" قرآن نے اس درجہ لفظاً ""تصدیق"" کی ""اگلی کتابوں کی "" کہ ان پر مثل قرآن کے ایمان لانا فرض ہوا۔اوراہل کتاب کو حکم کرنا بھی فرض ہوا۔ کبھی کسی مقام پر اس قول کی کوئی ترمیم نہیں کی۔ اور نہ کتب سماوی پر محرف ومبدل ہونیکا الزام لگایا۔ نہ کسی اور قسم کا الزام جس سے ان پر ایمان لانا ساقط ہوجائے اور وہ اپنے پایہ اعتبار سے گرجائیں ۔ یہ بھی دکھلایا گیاکہ بعد آنحضرت کتب سابقہ یعنی انجیل وزبور تورات وغیرہ اہل کتاب کے پاس موجود تھیں۔ وہ ان کو"" ورق ورق "" کرکے آنحضرت کو دکھلایا کرتے تھے اور کبھی کبھی چھپا بھی لیا کرتے تھے۔ مگر جو ایمان درا تھے وہ اس کو ""رات میں سجدہ کرتے"" یعنی پڑھتے تھے"" جو حق ہے پڑھنے کا"" اسی کے قائم کرنے اوراسی پر حکم کرنے کاان کو حکم ہوا تھا۔

قرآن کتب مقدسہ کا محافظ ہے

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ ۷ رکوع ۴۸)۔ ترجمہ اوراے محمد تجھ پر اتاری ہم نے کتا ب تحقیق جو تصدیق کرتی ہے اسکی جو اس سے پہلے ہے از قسم کتاب ۔ اور محافظ ہے اسکی "" تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیروں کی گئی ہے ومھیمناً علیہ ورقیباً علیٰ سائر الکتاب محفظہ عن التغیر ویشھد لھا با الصحتہ واثبات "" قرآن محافظ ہے تمام کتب ربانی کا جو محفوظ رکھتاہے ان کو تغیر سے اور شہادت دیتا ہے ان کی صحت اور ثبات پر""۔

پس جب قرآن نے کتب سماوی کی محافظت ونگہبانی اور پاسبانی کا بیڑا اٹھایا تو پھر ان کتب کا مبدل ومحرف ہوجانا کتنا بڑا داغ قرآن پر لگاتاہے اور

اس کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا اور جھوٹا بتانا ہے۔ افسوس ! کہ زمانہ حال کے مولوی جو اس قرآن پر فدا ہیں وہ اس قرآن کو یوں باطل کرتے ہیں کہ کتب مقدسہ سابقہ کو جن پر قرآن ""نگہبان "" ہونیکا کا دعویٰ کرتاہے محرف وخراب بتلاتے ہیں ۔ نہ وہ گذشتہ تاریخ سے سبق لیتے ہیں کہ کس طرح خدا نے اپنے پاک کلام کی حفاظت کی ۔ کیسے بڑے بڑے نبی اس کی تائد کے لئے مبعوث کئے۔ کیسے بڑے بڑے اعجاز اس کی حفاظت ونگہبانی کے لئے ظاہر کئے کہ آنحضرت کے زمانہ تک بصحت کلی پہونچے۔حتیٰ کہ مسلمانوں کو ان پر ایمان لانا واجب وفرض ہوا اور اہل کتاب کو ان کا قائم کرنا لازم۔ اور پھر ان قرآن اس قصر الہیٰ کا پاسبان ہونے کی آرزو رکھتاہے اوران کی نگہبانی پر فخر کرتاہے۔ مگر وہ ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جس سے ہم کو مجبوراً باور کرنا پڑتاہے کہ قرآن پاؤں پسارنے خراٹے بھر بھر سوتارہا ""۔ بے ایمان"" اہل کتاب نے ان کو خراب بھی کر ڈالا۔ حتیٰ کہ وہ نہ اب اس لائق ہے کہ اس کی تعظیم مثل کلام اللہ کی جائے۔ نہ اس لائق کہ اس پر ایمان لایا جائے ۔ اور ان کو تورات وزبور وانجیل کہا جائے گویا قرآن جو کہتا ہے وَلاَ مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّهِ خدا کی باتیں کوئی نہیں بدل سکتا "" بدل گیا۔ اور باطل ہو گیا اور وہ آیات جو تورات وانجیل کو ""نور وہدایت "" کہتی ہیں منسوخ ہو گئیں اور وہ آیات جواہل کتاب کو "" ان پر حکم کرنے اوران کو قائم کرنے "" کی ہدایت کرتی ہیں جھوٹی ہو گئیں ۔جن پر کسی طرح کا عمل کرنا اس زمانہ میں ممکن نہیں۔ کیونکہ نہ وہ کتابیں باقی رہیں اور نہ وہ ""نور وہدایت"" ۔ اے دائے خوش اعتقاد دو! تم جو نہ مانو د تھوڑا ہے۔

مولویوں کے لئے خطرہ کا مقام

ان مولویوں کو لازم ہے کہ از سر نواس مسئلہ میں قرآن سے ابجد پڑھیں۔ اور مدرسہ عقل وشعور میں طالب علمی کرکے اپنی کتاب کو سمجھیں اور عقل سے ہاتھ نہ دھوئیں۔ مبادا وہ خدا کے کلام کو باطل کرکے اپنے ایمان کو کھو بیٹھیں ۔ بڑے خطرہ کا مقام ہے کہ مولویان عصر کا دعویٰ جو اپنے کو مسلمان سمجھتے اور قرآن والا کہتے ہیں اپنی زبان سے کوئی بات نکال کر نرے ملاہو جائیں۔

آیا احادیث میں تحریف کتب مقدسہ کا دعویٰ ہوا ہے

عیسائی ہمیشہ اہل اسلام سے سوال کرتے ہیں کہ تم جو کتب مقدسہ کی تحریف وتبدیل کا دعویٰ کیا کرتے ہو تو بتاؤ کہ کس بنا پر؟ کیونکہ قرآن توجیسا کہ ہم نے واضح طور سے ثابت کردیا جابجا یہی کہتا ہے آیا ہے کہ میں یہود ونصاریٰ کی کتب کا مصدق ہوں۔ مسلمانوں کو قرآن کی طرح ان پر ایمان لانا اوراہل کتاب پر ان کو قائم رکنا اور حکم کرنا فرض عین ہے۔ کیونکہ وہ " ہدایت نور اور منزل من اللہ "" ہیں۔ قرآن ہماری کتب مقدسہ پر کہیں حرف نہیں لاتا بلکہ ہماری کتابوں کی ثنا خوانی کرنے آیا ہے۔ وہ اہل کتاب کے دربار کا شاعر ہے جو ہمیشہ ان کی تعریف میں قصائد کہتا ہے۔

ہم نے مانا کہ قرآن نے غلطی کی جو ہماری کتابوں کو محرف اور منقوص نہ کہا یہ تو بتائیے کہ کیا آنحضرت نے کسی حدیث میں اہل کتاب کی کتابوں کی مذمت کی ہے؟ احادیث کا میدان تو بڑا وسیع ہے صحاح ستہ پڑھئیے کوئی حدیث تلاش کیجئے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے تمام احادیث چھان ماریں ۔ انکی بحث رسالہ اشاعت السنتہ صفحہ ۱۹۳ تا ۲۰۸"۔ تک قابل ملاحظہ ہے۔ تمام جہان کے شارحین کے نام گناتے ہیں ۔ ان کے دعوے نقل کرتے ہیں۔ مگر کوئی حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش نہیں کرتے۔صرف دو حدیثیں انہوں نے نقل کی ہیں اوران سے کچھ سہارا لینا چاہا ہے۔ہم ان حدیثوں پر بحث کرکے دکھلاتے ہیں کہ ان میں دراصل مولوی صاحب کے دعویٰ کا ابطال ہے۔ ان سے دعویٰ تحریف کی تائید سمجھنا خوش فہمی وسادہ لوحی ہے۔

(۱-) صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے کہ یہودی مسلمانوں کو عبرانی میں توریت پڑھ کر سناتے اور عربی میں ترجمہ کرکے اس کا مطلب سمجھاتے تھے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں ! تم نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب اوریہ کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا"۔ (اشاعت السنتہ صفحہ ۶۸ ، ۶۹) ۔

(۲-) "امام احمد وبزارہ وغیرہ کی حدیث میں آیاہے کہ حضرت عمر نے توریت کا عربی ترجمہ آنحضرت ﷺ کےسامنے پڑھا۔ تو آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک (غصہ سے) متغیر ہو گیا اورآپنے فرمایا۔ تم اہل کتاب سے پوچھا نہ کرووہ خود گمراہ ہوگئے ہیں۔ تم کو بھی ہدایت نہ کرینگے ۔ (ان سے تم پوچھوگے) حق کی تکذیب کروگے (یعنی اگر حق بات کو نہ مانا)یا نا حق کی تصدیق کروگے(یعنی اگر غیر صحیح باتوں کومان لیا)" قسنطنطنیہ شرح بخاری صفحہ ۵۳۱ ج۔ ۱۰ اشاعت السنتہ ۶۹)

ان حدیثوں کو نقل کرکے مولوی صاحب فرماتے ہیں" اس اشاعت وہدایت بنیاد کی وجہ یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں تحریف وتبدیل واقع ہوچکی "(صفحہ ۱۰)۔

ہمارا جواب

یہ وجہ آنحضرت نے آپ کے کان میں پھونک دی ہو گی۔ کسی محدث نے نہیں بتائی۔ ناظرین خود انصاف کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں کہ پہلی حدیث میں یہ ہے کہ " یہودی مسلمانوں کو عبرانی میں توریت پڑھ کر سناتے اور عربی میں اسکا ترجمہ کرکے اس کا مطلب سمجھاتے تھے "۔ مسلمان بیچارے تورات کو نہ خود عبرانی میں پڑھ سکتے تھے نہ عبرانی سمجھ سکتے تھے ۔ یہودی اہل اسلام کے سخت مخالف تھے ۔ کیونکر یقین ہوسکتا تھا کہ وہ ترجمہ عبرانی تورات کا درست کرتے تھے یا اس کا مطلب صحیح بتاتے تھے؟ اور یہ معاملہ اس قسم کا ہے کہ جس طرح کوئی سنی مسلمان جو عربی سے محض ناواقف ہو کسی عربی دان شیعہ سے قرآن سمجھنا چاہے ۔ تو کیا یہ شیعہ عالم قرآن کی کسی آیت سے خلیفہ بلافصل کا

مسئلہ اور دوسری سے متعہ کا مسئلہ ثابت نہ کریگا؟ یا ان آیات سے جن میں منافقین کا ذکر آیا ہے تینوں خلیفوں سے اورجہاں لوط اور ایوب کی جورو کی طرف اشارہ ہے عائشہ اور حفصہ سے مراد نہ لیگا؟ اور سنی کے ایمان کو خطرہ میں نہ ڈالیگا؟ وہ ضرور یہی کوشش کرتا رہیگا کہ حتی الامکان شیعہ اصول کی صداقت اور سنیوں کی بطالت اس کے دل پر نقش ہوجائے۔

اگر وہی شخص کسی عالم کے پاس جا کر وہی مضمون سنائے جو شیعہ عالم نے اس کو سنایا تھا تو کیا وہ سنی عالم اگر دانا ہے یہی نہ کہیگا کہ بھائی تم شیعوں کی تکذیب کرو نہ تصدیق ! اور کیا سنی اس عالم کے قول سے یہ سمجھیگا کہ قرآن منحرف ہوگیا یا شیعوں نے اس کو بدل ڈالا؟ ہر گز نہیں۔

پس اسی طرح اس مقام پر بھی اہل کتاب کے تراجم وتفاسیر پر بے اعتباری ظاہری کی گئی ہے نہ کہ تورات پر۔ بلکہ یہاں صحت کتب مقدسہ ثابت ہے ۔ اگر آنحضرت ان کتابوں کو محرف جانتے تو کہتے اہل کتاب کی کتابیں ناقابل اعتبار ہیں۔ محرف ہیں۔ یہ وہ کتابیں نہیں ہیں جو پہلی تھیں۔ برخلاف اس کے وہ کہتے ہیں " اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب "۔ آنحضرت یہ نہیں کہتے کہ " کتب مقدسہ کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب"۔ دیکھئے اہل کتاب کی کتابوں پر کوئی حرف نہیں ہے۔ جو کچھ ہے اہل کتاب پر ہے۔ کیا اس میں جناب کو کوئی فرق نہیں سوجھتا! ؟

ترجمہ کرنے میں غلطی

دوسری حدیث جو نقل کی ہے اس میں بھی یہی آیاہے کہ" حضرت عمر نے توریت کا عربی ترجمہ آنحضرت کے سامنے پڑھا"۔ حضرت عمر بیچارے عبرانی توجانتے نہ تھے اہل کتاب کا کیا ہوا ترجمہ زبان عربی میں پڑھتے تھے۔ نہ معلوم وہ ترجمہ صحیح تھا یا غلط۔ پس جو کچھ الزام ہے وہ ترجمہ کے اعتبار سے ہے نہ کہ متن کتاب کے اعتبار سے ۔ دوسرا جو یہاں کہا گیا ہے ۔ وہ یہ نہیں کہ اہل کتاب کی کتابیں غلط محرف ہیں۔ بلکہ صرف اہل کتاب سے پوچھنے کو منع کیا۔ اوراس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ حضرت ان کو قابل اعتبار نہ جانتے تھے اور اس لئے ان کے ترجموں کو نامعتبر سمجھتے تھے۔ چنانچہ ہم بھی اہل کتاب کو کہتے ہیں کہ تم محض اہل اسلام کے ترجموں سے قرآن کو نہ سمجھو خود تحقیق کرلو۔ زبان عربی سیکھو ۔ بالخصوص مناظرین اہل اسلام کے ترجموں کا تو ہر گز اعتبار ہی نہ کرو اور نہ ان کی تفسیر کا۔ اوران سے کچھ نہ پوچھو۔ تم براہ راست جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ قرآن سے پوچھو۔

دیکھئے ہماری وجہ حضرت کی وجہ سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ فی زمانہ قرآن کی کیسی حالت ہورہی ہے ۔ اس کے جتنے ترجمے اور تفسیریں لکھی گئی ہیں یا لکھی جارہی ہیں ایک بھی باہم مطابق نہیں۔ ہر ایک کی اپنی رائے اور جداگانہ قیاس ہے۔ پس ممکن ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں بھی یہودیوں نے اس قسم کا ترجمہ یا تفسیر کی ہو اور حضرت کو کسی

سے اطلاع ہو گئی ہو اور وہ اپنے زمانہ کے اہل کتاب سے اس طرح بدظن ہوگئے ہونگے جس طرح ہم اپنے زمانہ کے مناظرین اہل اسلام سے۔

آنحضرت اہل کتاب سے بدظن نہ تھے

اور دو حدیثوں میں اختلاف

مگر حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت اہل کتاب کی کتابوں سے کبھی بھی بدظن نہ تھے اور ہوتے کیسے؟ آپ مولویوں کی طرح تھوڑے تھے کہ ان کی کتابوں پر ایمان بھی لائیں " نور وہدایت" مانیں اور پھر محرف بھی بتلائیں! ایک وقت تھا کہ جب ان کو اہل کتاب کے ترجمہ وغلطی پر احتمال نہ ہوا تھا تو آپ بنی اسرائیل سے روایتوں کی نقل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ بلغو اعنی والوآیتہ وحدثوں اعن بنی اسرائیل ولاحرج"۔ حضرت نے فرمایا کہ پہنچاؤ لوگوں کو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل سے باتیں سن کر نقل کرو اس میں کچھ مضائقہ نہیں"۔ مشارق الانوار صفحہ ۲۰۴ حدیث نمبری ۱۸۹۵)۔

یہ حدیث اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت اہل کتاب کو اوائل میں معتبر راوی سمجھتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان سے روایات وحکایت نقل کرنے کا ارشاد فرماتے تھے۔ پس اگر وہ حدیث کہ لا تصدقو اہل الکتاب ولا تکذ بوھمہ صحیح ہے؟ تو ان دونوں حدیثوں میں اختلاف ہے لہذا حضرت کا قول قابل سند نہیں ۔ اور اس حال میں ہم حضرت کی رائے سے اتفاق نہیں کرسکتے۔ اور خود حضرت کی رائے پر الزام عائد ہوتا ہے۔ یا ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہے؟ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ حضرت کے قول کو ثبات نہیں تھا۔ بلا تحقیق ایک بات کہدی پھر اور کہدی اور یا اس حدیث کو مولویوں نے اہل کتاب کی مخالفت میں وضع کرلیا۔ یا کوئی اور بہتر تاویل اس کی ہوسکے۔ جو حضرت اور نیز قدما اہل اسلام پر سے الزام ہٹائے۔ کیونکہ یہ امر تاریخ اسلام میں روشن ہے کہ حدثوعن بنی اسرائیل کی تعمیل پوری پوری اہل اسلام کرتے رہے۔ چنانچہ خود حضرت عمر کا طریقہ یہی رہا کیا وہ مدارس اہل کتاب میں جا جا کر استفادہ کرتے تھے۔ تفسیر عزیزی مجتبائی صفحہ ۳۹۱ اور بیان عداوت یہودیاں باحضرت جبرائیل مرقوم ہے کہ:

" حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب راعادت چنیں بود کہ ہرگاہ ازاں راہ میگد مشتند درمدرسہ یہود یا ل داخل میشد ندواز ایشاں بعض مواعظ وحکمتہائے توریت ودیگر کتب پیشین مے شنید دو تعجب میکروند کہ کتب الیہ باہمچہ قسم مصدق یک دگرواقع شدہ اند" اوریہودیوں کو حضرت عمر نے بتلا بھی دیا کہ " برائے تحصیل زیادتی بصیرت دردین خودپیش شمامے آیم"۔ یہاں حضرت عمر جانتے ہیں کہ یہود اپنے مدرسہ میں اپنے لوگوں کے سامنے تورات وکتب پیشین کا درس دے رہے ہیں۔ غلطی ودھوکے کا احتمال نہیں کیونکہ ان

کا خطاب اہل اسلام سے نہیں کہ دھوکا دینا منظور ہو۔ پس ان کی باتیں سنتے ہیں اور سچ جانتے ہیں اور حد ثواعن بنی اسرائیل کی تعمیل کرتے ہیں۔

آنحضرت کن معنوں میں تورات وانجیل کو محرف کہتے ہیں

اب ہم ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت کواہل کتاب کی کتابوں کا پورا یقین تھا۔ صرف آپ الزام اہل کتاب کو دینا چاہتے تھے۔

عن زیاد بن لبید قال ذکر النبی ﷺ شیئا فقال ذاک عندوان ذھاب العلمہ فقلت یارسول اللہ وکیف یذھب العلمہ ونحن نقر القرآن نقرئہ ابناء ویقرئہ ابناء ابناء ھنہ الی یوم القیمۃ فقال ثکلت امک زیاد ان کنت الامرک من افقد جل بالمدینۃ اولیس ھذا الیھود النصاریٰ یقرون التوارت والانجیل لایعلمون بشی ھما فیھا (مشکوات کتاب العلم فی فضیلۃ)۔

ترجمہ: زیاد نے کہا کہ آنحضرت نے کسی چیز کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ امر علم جاتے رہنے کے وقت میں ہوگا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ علم کس طرح جاتا رہیگا اور ہم تو قرآن کو پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں۔ اور ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھادینگے قیامت کے دن تک۔ آنحضرت نے کہا کہ تیری ماں بے فرزند ہوا ے زیاد میں تو تجھ کو مدینہ کے بڑے فقیہوں میں جانتا تھا آیا نہیں پڑھتے یہ یہود نصاریٰ تورات وانجیل کو اوران کی ایک بات پر عمل نہیں کرتے؟

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت تورات وانجیل کو صحیح باور کرتے تھے صرف اہل کتاب کو یہ الزام دیتے تھے کہ وہ ان کتابوں پر عمل نہیں کرتے۔ اس لئے قرآن میں ان کو حکم دیا کہ " قائم کرو تورات وانجیل "۔ چنانچہ مسلمانوں کو صاف بتلایا کہ جس طرح تورات وانجیل اہل کتاب کے پاس موجود ہیں اوران کو پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اوراس کو ذہاب علم یعنی علم کا چلاجانا فرماتے ہیں مگر اہل کتاب میں سے آپ نے اکثروں کی تعریف اوران کی ایمانداری کی توصیف بھی فرمائی کہ یتلونہ حق تلاوتہ۔ یعنی کتابوں کو ویسا ہی پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔

ازالت الشکوک

کتب سابقہ کے بارہ میں قرآن کی اس بین تصدیق کے باوجود مولوی صاحبان جادہ حق سے پھرتے اور بغلین جھانکتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے ۔ اور قرآن کو نہیں سنتے۔ اہل کتاب سے ان کو ایسا عناد ہے کہ ان کی حق بات پر بھی بیجا نکتہ چینی کرتے ہیں۔ مولوی محمد علی پیغام محمد کے صفحہ ۵۶ میں اہل کتاب کے ایک دنداں شکن اعتراض کا روفرمانا چاہتے ہیں۔

"اب اگر یہ کہئے کہ قرآن مجید میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ ان کتابوں میں خلط ملط ہے۔ اگر یہ امر واقعی تھا تو جس طرح ان کتابوں کی تعریف کی تھی اسی طرح ان کا مخلوط ہونا بھی بیان کرتا تاکہ خلقت اس سے پرہیز کرتی ۔ یہ شبہ بھی ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اول تو یہ ضرور نہیں کہ جو امر واقعی ہوا سے

بیان ہی کردیا جائے"۔ یہ کیا حیلہ ہے ہمارے ضرب کی زدکھا کر انکار کرنا؟ کیا
کسی امر واقعی ضروری کا بیان کردینا بھی ضرور نہیں؟ اگر بینی کہ نا بینا وچاست۔
دگر خاموشی بنشینی گناہست۔ دیکھئے تو اس امر واقعی کو آپ کتنا ضرور خود اپنے
عمل سے ثابت کررہے ہیں۔ پیغام محمدی کا مدعا بھی یہی امر بیان کردینا ہے
مولوی رحمت اللہ ووزیر خان ساری عمر یہی بیان کرتے کرتے مرگئے اور آپ بھی
یہی رو رہے ہیں کہ " جب ایک تحریر میں بعض جگہ غیر کا تصرف بالیقین
ثابت ہوگیا تو باقی تحریر پر کیونکر اطمینان ہوسکتاہے" صفحہ ۳۲)۔

قرآن شریف پرالزام عائد ہوگا

لیکن پھر بھی آپ عیسائیوں کے قول کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ قرآن
کی دوحرفی کا اقبال کرتے ہیں کہ قرآن ان کتابوں کی تعریف توبرابر کرتا
جاتاہے۔ اوران کے مخلوط ہونے اوران میں غیر کا تصرف ہونیکا جس سے ان
پر سے اطمینان اٹھ جاتا ہے۔ ذکر نہیں کرتا۔ ہم کیاکہیں یا تو قرآن کوان
کتابوں کے مخلوط ہونیکا وہم نہیں ہوا تھا اور وہ ان کو کلام اللہ مانتا تھا۔ سوائے
ان کتابوں کی تعریف کے اس کے پاس کچھ نہ تھا یا اگرمولویوں کا وہم درست
ہے تو قرآن بدشعور تھا۔ نا بینا وچاہ دیکھتا تھا اور چپ بیٹھا رہا۔ اورا سکی
بدشعوری کی اصلاح ملاصاحبان کررہے ہیں۔

مولوی صاحب ایک الزامی جواب دیتے ہیں " دیکھئے حضرت مسیح اور
حواریوں نے سامریوں کوکہیں تحریف کا الزام نہیں دیا" بتائیے تو انہوں نے
سامریوں کی کتابوں کی تعریف کہاں کی؟ اوران کی تصدیق کہا کی؟ اورکہاں
کہاں سامریوں کی کتابوں پرایمان لاؤ۔ اگر کہیں وہ ان کی تصدیق کرتے تو اس
قدر کا تعین بھی ضرور کردیتے جس کی تصدیق کرنا منظور ہوتی۔ اوران کی تحریف
اور خلط ملط کا بیان بھی کردیتے۔ پس یہ آپکا الزامی جواب آپ کو ملزم ٹھہراتاہے۔
اور ہر گز سامری نہیں کہہ سکتے کہ " ہماری کتاب صحیح ہے۔ کیونکہ مسیح نے ان
کی کتاب کو غلط نہیں بتایا"۔ مسیح نے ان کی کتاب کو کہیں صحیح نہیں
بتایا۔اس کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ پھر غلط بتانے کی کیاحاجت؟ وہ تویہودیوں کو
نوشتوں کا پڑھنے والا" (متی ۲۱: ۴۲)اور " نوشتوں میں ڈھونڈنے
والا"(یوحنا ۵: ۳۹) اور " موسیٰ پر بھروسہ رکھنے والا"(یوحنا ۵: ۴۵) کہتے
ہیں۔ پس انہوں نے ہر طرح یہودیوں کے نوشتوں کی تصدیق کی نہ کہ سامریوں
کی۔

آپ کا یہ فرمانا از حد بیجا ہے کہ " حضرت مسیح کا سکوت ایسے محل پر
ہے جہاں بیان کرنا ضرور تھا۔ کیونکہ یہ سامریہ عورت نے دریافت کیا کہ
ہمارے باپ دادوں نے اس پہاڑ پر سجدہ کیا اور تم کہتے ہو کہ وہ مقام جہاں چاہیے
کہ لوگ سجدہ کریں یروشلیم میں ہے۔اس کے جواب میں مسیح نے کہا کہ تمہارے
نسخہ میں تحریف کی گئی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ وہ مقام یروشلیم میں ہے" یہ بات
مولویوں ہی کی عقل میں آسکتی ہے کہ ایک جاہل نادان عورت جو پانی کا گھڑا
کوئیں پرلائی تھی۔ اور جس نے سامری توریت بھی کبھی آنکھ سے نہ دیکھی تھی۔

نہ اختلاف قرات ساماری اوریہودی تورات سے واقف تھی اور نہ واقف ہونیکی قابلیت رکھتی تھی۔ سیدنا مسیح اس کو وہ سنانے لگتے جس کے سمجھنے یا سننے کے لئے وہ کبھی تیار نہ تھی۔ مسیح نے ضروری کام کیا وہ یہ تھا کہ وہ اس کو بتلادیا کہ خدا کی پرستش نہ یروشلیم پر منحصر رہیگی نہ اس پہاڑ پر بلکہ " سچے پرستار روح اور راستی سے باپ کی پرستش کرینگے"۔ مولوی صاحب نے پوری آیت نقل نہیں کی۔ مسیح نے یہ بھی فرمایا" تم اس کی جس کو نہیں جانتے ہو پرستش کرتے ہو ہم اس کی جس کو جانتے ہیں پرستش کرتے ہیں کیونکہ نجات یہودیوں میں سے ہے"(یوحنا ۴: ۲۲)۔

دیکھئے سامری عورت کا صاف جواب ہے کہ سامریو کی پرستش جہل پر مبنی ہے ہماری یعنی یہودیوں کی پرستش علم پر۔ پس جو ہم کہتے ہیں کہ " نجات یہودیوں میں سے ہے"۔ یہاں سامریوں کے نسخہ کو صاف غلطی پر مبنی فرمایا۔ یہ آیت آپ نے کیوں چھوڑدی؟ دھوکا کھایا یا دھوکا دینا چاہا؟

اب مولوی صاحب کا جواب جوہمارے اعتراض کا تھا رد ہوگیا۔ نہ تو قرآن سے مولوی صاحب نے کوئی کلمہ نکالا جس سے ہماری کتابوں کی اس تعریف کو جو قرآن نے کی محدود کرسکے۔ نہ ہماری کتابوں سے کوئی کلمہ نکالا جس سے سامریوں کی کتابوں کی کوئی تصدیق یا تعریف ثابت ہو۔ لہذا ہم پوچھتے ہیں کہ " اگر یہ امر واقعی تھا کہ ان کتابوں میں خلط ملط ہے تو جس طرح ان کتابوں کی تعریف کی تھی اسی طرح ان کا مخلوط ہونا بھی قرآن بیان کرتا" دراصل یہ سوال لاجواب ہے، مولوی صاحبان اس کے جواب سے عاجز ہیں۔

مولوی محمد علی نے دوسرا امر تنقیح طلب اس بحث میں یہ قرار دیا کہ " کسی کتاب کی تصدیق و توصیف کے لئے یہ ضرور ہے کہ تعریف کرنے والا اس کتاب کے جمیع مقاصد کی تصدیق کرتا ہے اورمن اولہ الیٰ آخرہ اس کے تمام مطالب کو تسلیم کرتا ہے اور صحیح جانتا ہے"(صفحہ ۱۰)اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ " اگر کوئی شخص کسی کتاب کی تعریف و توصیف کرے تو یہ ضرور نہیں کہ یہ شخص اس کے جمع مقاصد کو اول سے آخر تک تسلیم کرتا ہے۔ اور کسی امر میں مخالفت روا نہیں رکھتا ہے (صفحہ ۱۹) مولوی صاحب نے تعریف و توصیف کرنے والے کو" کوئی شخص" گردان کر اس بحث کی جان نکال ڈالی ہے ذرا اس خیال کوذھن میں رکھ کر بحث کیجئے کہ ہماری کتابوں کی تعریف و توصیف کرنے والا کوئی شخص نہیں ہے بلکہ قرآن کی رو سے خداوند عالم ہے۔ اور تب اس کی تعریف و توصیف میں حرج کیجئے۔

تعریف کرنے والا۔

اس بحث میں مولوی صاحب کا یہ سخن محققانہ ہے" اول تو یہ دیکھا جائیگا کہ تعریف کرنے والا کس نوع کی اور کس امر کی مدح کرتاہے" گوپہلے یہ دیکھا جائیگا کہ تعریف کرنے والا کون شخص ہے کیونکہ تحسین ناشناس قابل اعتبار نہیں تاکہ معلوم ہو کہ تعریف عامیانہ قسم کی تو نہیں ہے۔ اوراس کی

تعریف کے الفاظ قابل اعتبار ہوں۔ بے سوچے سمجھے ملاؤں کی سی بڑ نہ ہوں۔ جائے شکر ہے کہ کتب مقدسہ کی تعریف کرنے والا خدائے قرآن ہے۔ اب مولوی صاحب کی سنئے وہ کہتے ہیں کہ " مثلاً قرآن مجید نے توریت کی اس طرح تعریف کی ہے کہ نور ہے ہدایت ہے۔ نصیحت ہے"۔ بہت درست مگر اب مولوی صاحب بہکے۔آپ فرماتے ہیں " اس سے اس کی تعلیم کی خوبی نکلی اور وہ بھی اصول و اہم امور کی نہ ہرایک جزوی تعلیم کی " اور کہ" اس طرح کی تعریف سے جزئیات اور تمام قصص وحکایت خارج ہیں "۔

ہر گز ندارد ایں پسر از شان حسن خود خبر آئینہ بنمایم باداز خود خبردارش کنن

میں مولوی صاحب کو دکھلاتا ہوں کہ " تعریف کرنے والا کس نوع کی اور کس امر کی مدح کرتا ہے"۔

(۱)۔ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيَ أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاء رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ

ترجمہ: پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پورا فضل نیکی والی اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت ورحمت ۔ شاید وہ لوگ اپنے رب کا ملنا یقین کریں "(انعام ۱۹ رکوع ۱۵۴ آیت)۔

(۲۔)وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً (اعراف رکوع ۱۷ آیت ۱۴۵)۔ ترجمہ: لکھ دی ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر طرح کی موعظت" حدیث میں وارد ہے کہ ان اللہ تعالیٰ کتب

التوارة بیدة"۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے لکھا تورات کواپنے ہاتھ سے"۔ جس سے معاملہ حدوانتہا کو پہنچ گیا۔ مگرمولوی صاحب اس سے ناراض ہے"۔ ہر طرح ی موعظت اور " ہر چیز کی تفصیل " اس کے لغایت کمال اور سراپا ہدایت ہونیکے ثبوت دیتے ہیں۔ پورا فضل نیکی والی" کے جملہ نے توفیصلہ ہی کردیا۔

مولوی صاحب کی جرات

اب آپ اس مولوی کی جرات کودیکھیں۔ جس کتاب کو اس کے اللہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور جس میں من کلی شئی موعظة اور تفصیلات کل شئی بتلایا۔ وہ اس کتاب کی " ہر ہر جزئی تعلیم کی خوبی " قائل نہیں۔ بلکہ صرف اصول اور اہم امور کی" اور وہ اس کے" جزئیات اور تمام قصص وحکایت " کو اس تعریف سے "خارج" کہتاہے۔

تیرے اللہ کی تحریرو کتابت پر افسوس ! جس کے قلم سے نکلے ہوئے جزئیات وقصص وحکایت پر حرف آئے۔ اور جس کی لکھی ہوئی کتاب کی" ہر ہر جزئی تعلیم" کی خوبی پر حرج کی جاوے اس سے تو مرزا غالب ہی اچھے رہے جو اپنے سخن کی بابت کہے گئے

لکھتا ہوں وہ سوزش دل سے سخن گرم
تار کھ نہ سکے کوئی میرے حرف پر انگشت

افسوس ! تعصب سے اعرابی نہیں دیکھتا " کیں راہ کہ اومیرود بہ ترکستان ست " وہ نہیں دیکھتا کہ توخدا تورات کی کیسی تعریف کرتا ہے ۔ آتَيْنَا مُوسَى

الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيَ أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً ترجمہ: ہم نے دی موسیٰ کو کتاب پورا فضل نیکی والی -اور بیان ہر چیز کا ہدایت ورحمت"(انعام ۹ رکوع آیت ۱۵۴)۔

قرآن شریف میں قرآن سے بڑھ کر کتب مقدسہ کی شان ہے

اے محمدی دنیا کے مولویو! تم قرآن پڑھ کر مجھ کو بتلاؤ کہ آیا خدا نے قرآن کی تعریف میں اس سے کچھ زیادہ کہا ہے؟ کیا قرآن کے حق میں تعریف وارد نہیں ہوئی ؟ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَـكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً ترجمہ ۔ قرآن کچھ بنائی ہوئی بات نہیں۔ بلکہ بیان ہر شے کا اورہدایات ورحمت ہے" (یوسف ع ۱۱ آیت ۱۱۱)۔

اے صاحب! تورات کے حق میں تو اس سے بھی زیادہ کہا گیا ہے۔ پس کیوں بہکتے ہو؟ اسی تعریف کی بنا پر قرآن کی" ہر ہر جزئی تعلیم کی خوبی" کےقائل ہوتے ہو اور" اسکی جزئیات اور تمام قصص وحکایت" کی تصدیق کرتے ہو۔ اور اسی تعریف کی بنا پر تورات وانجیل پر اعتراض کرتے ہو اور ان کی تعریف کو محدود کرتے ہو۔ شاید یہ وہم تم کو اس لئے پیدا ہو گیا کہ قرآن کو جبرئیل لائے۔اور لوگوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ۔ مگر تورات کو خود خدا نے بلاتوسط احدے موسیٰ کو عطا کیا اوراپنے ہاتھ سے لکھ دیا۔ گویا کہ خود خدا پر آپ کو کلام ہے!!!۔

ہم نے اپنی دلیل کو قرآن کے استنباط پر قائم کیاہے۔ اوردکھلایا ہے کہ قرآن نے کیامانا ہے۔ ہم یہاں کسی مسیحی بزرگ یاغیر مسیحی کی رائے سے جو اور امور پرقائم ہے بحث ہرگز نہ کرینگے۔ ہم کو یہ دکھلانا ہے کہ قرآن کیاکہتا ہے اور مسلمانوں کو کیا کرناچاہیے۔

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب رسالہ اشاعت السنتہ نمبر ۶ جلد ۷ صفحہ ۱۷۶ میں إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (مائدہ ۴۴) یعنی اتاری ہم نے تورات اس میں ہدایت اور روشنی ہے" نقل کرکے فرماتےہیں" اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ موجودہ تورات میں جو کچھ ہے نورہدایت ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس میں نورہدایت بھی موجود ہے"۔ مولوی صاحب نے لفظ فیہا کی گرفت خوب کی ہے۔ ہم آپ کی عربی دانی کی داددیتے ہیں ۔ مولوی صاحب کو خیال گذراکہ اگر کوئی کہے کہ صندوق میں روپیہ ہے تو اس سے اس احتمال کی نفی نہیں ہوتی کہ سوائے روپیہ کے اس میں کوئی اور شے نہیں ہے۔ اسی قاعدہ کی روسے مولوی صاحب نے آیت کو یوں حل کیاکہ " اسمیں نورہدایت بھی موجود ہے" یعنی اس میں تاریکی اورگمراہی کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ اب میں مولوی صاحب کو یاددلاتا ہوں کہ تورات کو خدا نے خود لکھاہے اسلام کے سچے عقائد کے موافق ۔ پس اگر یہ احتمال ممکن ہے ہو کہ خدا کی کتاب میں تاریکی اورگمراہی کا بھی دخل ہوسکتاہے ۔ تویہی احتمال قرآن پر بھی بدرجہ اتم ہوسکتاہے۔بلکہ احتمال سے یقین ہوجاتاہے۔

اب میں آپ کو عربی علم ادب کی رو سے فیہا کے درست معنی بتلاتا
ہوں۔ فی ہمیشہ مفعول فیہ کے لئے آتا ہے۔ یعنی ظرف زمان یا ظرف مکان کے
لئے۔ بعض وقت یہ ظرف کے جزُ پر شامل ہوتا ہے۔ جیسے قسمت فی الیل ۔ اور
بعض وقت کل ظرف پر علی سبیل استغراق فیہا ھدی نور۔ پس فیہا یہ بتلاتا ہے
کہ توریت کے اندر جو کچھ ہے" وہ نوروہدایت ہے" یعنی جوشئے تورات میں
داخل ہو ۔ جس پر فیہا کا اطلاق ہوسکے آپ اس کو چشم بند کرکے" ہدی و نور"
کہدیں۔ اوراس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نہ صرف تورات کے حق میں فیہا
ہدی" ونور کہا بلکہ تورات کو الفرقان (بقر ع ۶) وضیاء (انبیاء ع ۴)
الھدیٰ(مومن ع ۶) بصائر للناس وھدی ورحمة (قصص ع ۵) ولماماً ورحمة (ھود
ع ۱۲ ۔ احقاف ع ۲) من کل شئی موعظة وتفصیلا کل شیئی (اعراف ع ۱۷)
نوراًوھدی للناس (انعام ع ۱۱) کہا ہے پس نہ صرف تورات میں نوروہدایت
بتلائی بلکہ تورات کو نور وہدایت فرقان وضیاء کہا۔ ہاں اگر نوروہدایت کے
خلاف کچھ ممکن ہے اور اگر روزِ روشن کے اندر کچھ حصہ شب ویحور کا ممکن ہے ۔
تب نوروہدایت کے بارہ میں آپ فرمادیں کہ " اس میں نوروہدایت میں بھی
موجود ہے"اور کچھ اور بھی جو نوروہدایت نہیں۔

پھر اسی طرح کی بے سروپا تقریر مولوی صاحب ۱۷۸ مائدہ رکوع ۷)
میں نقل کرتے ہیں۔ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۔ اور فرماتے ہیں "

اس میں موجودہ انجیل کی سروپا نوروہدایت نہیں کہا صرف یہ فرمایا ہے کہ اس
میں نور وہدایت بھی موجود ہے" میں نہیں سمجھتا ہوں کہ " سراپا نور وہدایت "
لکھنے کا اس سے بڑھ کر اور کون طریقہ ہے کہ کسی کو نوروہدایت کہہ دیا جائے۔
یہاں نہ صرف فیہ ھدی و نورکہنے پر اکتفا کیا تاکہ مولوی صاحب فیہ میں سر گردان
پھریں۔ بلکہ آگے مطلق ھدیً وموعظة للمتقین کہدیا۔ اگر مولوی صاحب صرف
ونحو سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں تو سمجھ جائینگے کہ بدل ومبدل منہ دونوں کا ایک
ہی حکم ہوتا ہے ۔ اورآل عمران ع میں تورات وانجیل دونوں کو ھدیً للناس
کہدیا۔مگر مولویان زمانہ نرے مولوی ہیں۔ اگر وہ کچھ دیر کے واسطے ناس میں شائع
ہوجاویں اور متقین کے دائرہ میں قدم رکھیں تو معلوم ہوجائے کہ توریت وانجیل
کو" سراپا نور ودہایت ہی کہہ دیا ہے نہ کچھ اور۔ پھر بھی وہ خیال نہیں کرتے کہ
قرآن کو اس سے زیادہ کیا کہا ہے۔ دیکھو انجیل شریف کو ایک جگہ ھدی وموعظة
للمتقین کہا دوسری جگہ تورات وانجیل دونو کو ھدی للناس کہا اور تمہاری تسکین
نہیں ہوتی ۔ تم کہتے ہو " سراپا ہدایت نہیں کہا"۔ قرآن اپنے حق میں کہتا ہے
کہ ھدیً وبشریٰ للمومنین (نمل ع ۱) اور تم یہاں اپنی پیاری تاویل بھول
جاتے ہو پر دیکھو قرآن کتاب بنی اسرائیل کوھدیً وذکریٰ لاولی الاباب
کہتا ہے(مومن ع ۹) مگر تم بنی اسرائیل کی کتاب سے بدظن ہی رہتے ہو۔ مگر
جب قرآن اپنے حق میں کہتا ہے ۔ ذکریٰ للمومنین (اعراف ع ۱) تو پھر تمہیں
اپنی تاویل نہیں سوجھتی ہے ۔ اورہم یہ کھکے رہ جاتے ہیں کہ

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ (سورہ طور ۳۲)۔

تحقیق انجیل

افسوس ! مولویوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے علم سے کبھی واقفیت حاصل کرنیکی کوشش نہ کی جس طرح کہ عیسائیوں نے ان کے علوم میں مہارت حاصل کرکے تحقیق کی ۔ بہت سے مولویوں کے ہم زبان محمد علی صاحب بھی ایک پرانی غلطی پر فخر کرکے فرماتےہیں کہ :

"قرآن مجید میں جس مقام پر انجیل کا لفظ بولاگیا اس سے وہ کتاب الہیٰ مراد ہے جو حضرت مسیح کوالہام کی گئی نہ وہ مجموعہ تواریخ وغیرہ کا جسے اب عیسائی انجیل کہتےہیں ۔۔۔۔ (قرآن انہی تعلیمات کوانجیل کہتا ہے جوحضرت مسیح پرالقاء کئے گئے "۔ (صفحہ ۳۵)۔

حضرت مسیح کوئی کتاب لئے نہیں پھرتے تھے نہ صفحہ جہان پر کوئی کتاب ایسی کبھی موجود تھی ہاں یہ سچ ہے کہ مسیح کے زمانہ میں تعلیماتِ مسیح ہی کا نام انجیل تھا۔ اوروہ تعلیمات زبانی تھیں جومابعد اناجیل اربعہ میں منضبط ہو گئیں اورآپ کا یہ فرمانا بھی حق نہیں کہ" یہ مجموعہ جسے اب انجیل کہا جاتا ہے حواریوں کی یادداشتیں تھیں۔ان کو بہت دنوں بعدانجیل کا لقب ملا۔ کیونکہ مقدس مرقس اپنی انجیل کو ابتدا سے " یسوع مسیح کی انجیل"(۱ : ۱) کہتے ہیں۔ اور آپ کو فرصت لینے نہیں دیتے۔ مگرآپ تویہ ماننے کو تیار بیٹھے ہیں کہ" البتہ تیسری صدی میں عام طورپر یہ نام استعمال کیا گیا "آنحضرت چھٹی صدی عیسوی میں پیدا ہوئے ۔پس بہر حال تین سو برس تک ایک کتاب جس کو مجموعہ عہد جدید کہتےہیں ۔ اورجن میں چاراناجیل ہیں جو تعلیمات مسیح پر مشتمل ہیں اس اصطلاحی نام سے مشہور ہوچکی تھی۔ اور کسی دوسری کتاب کو یہ نام کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ پس جب قرآن میں چھٹی صدی میں اہل الانجیل کا ذکرآتا ہے تو اس کی مراد وہی انجیل والے ہوسکتےہیں جواس نام کی کتاب رکھتے تھے ۔ اورجب ان کو حکم ہوتا ہے ۔ ولیحکمہ اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ۔ تواسی کتاب انجیل پر حکم کرنے کی فہمائش ہوتی ہے۔

اب مولوی صاحب اپنے اس وہم کی تائید میں کہ حضرت مسیح کوئی کتاب بنام انجیل لئے ہوئے وعظ کرتے تھے۔ اس طرح کی سرگردانی سے دلیل ڈھونڈتے پھرتےہیں کہ " مرقس کے باب اول آیت ۱۴ ، ۱۵ میں ہے پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکر منادی کی اورکہا کہ وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہی نزدیک آئی توبہ کرواورانجیل پر ایمان لاؤ"۔ پھر اسی مرقس کے باب ۱۰ آیت ۲۹ میں حضرت مسیح کا قول اس طرح منعقول ہے"یسوع نے جواب میں کہا ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں ۔ ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا جورو یا لڑکے بالوں، یا کھیتوں کو میرے اورانجیل کے لئے چھوڑ دیا ہو"اسی طرح متی کے ۲۶ باب آیت ۱۳ میں مسیح کا قول منقول ہے۔ کہ جہاں کہیں اس انجیل کی منادی ہو گی یہ بھی جواس نے کیا

اس کی یادگاری کےلئے کہا جائیگا" یہ الفاظ جن پر خط کھینچا ہوا ہےمولوی صاحب نے ترک کردئیے تھے۔ حالانکہ انہیں میں ان کے وہم کا علاج ہے۔

کیا مسیح کے زمانہ میں کوئی انجیل تھی؟

پھر آپ فرماتےہیں "۔ظاہر ہے کہ جس انجیل کی طرف حضرت مسیح اشارہ کرتے تھے۔ وہ یہ مجموعہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کا وجود بعد صعود حضرت مسیح کے ہوا پھر اس کی طرف کیسے ہوسکتا ہے ؟ پس لامحالہ اس وقت کوئی انجیل تھی جس کی طرف حضرت مسیح اشارہ کرتےہیں "(صفحہ ۳۶)۔

ہم مولوی صاحب کوپہلے لفظ انجیل کے معنی پڑھائیں یعنی ان کو ان کے استاد مولوی رحمتہ اللہ کے پاس لیجائیں وہ اظہار الحق کے صفحہ ۳۸میں لکھتے ہیں " لفظ انجیل معرب ہے۔ اصل یونانی انگلیون ہے ۔ جس کے معنی بشارت اور تعلیم کےہیں "۔ پس لفظ انجیل ایک تو اصطلاح اہل کتاب میں مروج ہے۔ جس کا اطلاق ہمیشہ ایک کتاب معروف پر ہوتا ہے۔ دوسرا لغوی معنی میں مستعمل ہے۔ جن آیات کوآپ نے پیش کیاہے ۔ان میں یہ لفظ لغوی معنوں میں وارد ہوا ہے ۔ چنانچہ پہلی آیت میں مسیح فرماتےہیں " وقت پورا ہوا اور خدا کی بادشاہی نزدیک آئی" دیکھئے یہ بڑی خوشخبری اور بشارت ہے اس کی بابت ارشاد ہوا" توبہ کرو۔ اورانجیل (یعنی اس بشارت بادشاہی الہیٰ) پرایمان لاؤ یقین جانو کہ خدا کی بادشاہی قریب آگئی جلدی کرو توبہ کرو۔ اس کو قبول کرو۔ پس آپ کتاب کا گمان چھوڑیں ورنہ واقف کارآپ پر ہنسینگے اور کہینگے یہ مولوی عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ کرتاہے اورانجیل کے معنی نہیں سمجھتا۔

دوسری آیت میں" میرے اورانجیل کےلئے " سے مراد میرے اورمیری تعلیم سے ہے کیونکہ ان کی تعلیم بھی دراصل جہان کو مژدہ وبشارت اور خوشخبری تھی۔ سیدنا مسیح اسی آیت میں اپنی حثییت بشری کا اظہار فرماتے ہیں۔

تیسری آیت میں اگرآپ نادانی سے اختصار کو روا نہ رکھتے تو شاید خود سمجھ جاتے۔ ایک عورت نے سیدنا مسیح کی بڑی تواضع کی۔ اس نیک کام کی طرف اشارہ کرکے آپ فرماتے ہیں "جہاں کہیں۔ اس انجیل کی منادی ہوگی" یعنی اس تعلیم کی جو میں اپنے قول وفعل سے دیتا ہوں جوکچھ نیک کام اس عورت نے کیا ہے"۔ یہ بھی جو اس نے کیاہے۔ اس کی یادگاری کے لئے کیا جائیگا"اگرسیدنا مسیح کوئی انجیل پہلے لکھی لکھائی لئے پھرتے تھے تو بتائیے جوکچھ عورت کیا تھا وہ اس میں درج کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کی یادگاری ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا مسیح خود جانتے تھے کہ میرے قول وفعل میری کل تعلیمات اور سوانح زندگی میرے بعد قلم بند ہونگے۔ اوراس میں جوکچھ اس عورت نے کیاوہ بھی میں درج ہوگا اورجہاں کہیں وہ سنائے جائینگے یہ امر بھی اس عورت کا یادگار ہوگا یہاں مسیح اپنی زندگی کی تاریخ کوجہان کے واسطے انجیل اور بشارت فرماتےہیں۔۔۔۔۔ دیکھ لو جس انجیل کی بابت سیدنا مسیح وعدہ کرتےہیں کہ

"اس کی منادی ہو گی" وہی انجیل اب ہمارے پا موجود ہے اور اس میں وہ واقعہ درج ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ سیدنا مسیح اپنی زندگی کے حالات کو انجیل فرماتے تھے اسی بنا پر لفظ انجیل حواب تک لغوی معنے میں مستعمل تھا۔ ایک اصطلاحی نام واقعات وتاریخ مسیح کے لئے ہو گیا۔ چنانچہ مقدس مرقس اس تاریخ کوجو انہوں نے قلمبند کی۔ اسی اصطلاح کے ساتھ یوں شروع کرتے ہیں "یسوع مسیح کی انجیل کا شروع"۔ اوریوں واقعات مسیح کا اصطلاحی نام انجیل مسیح قرار پایا۔اور چونکہ واقعات پر چار کتابیں لکھی گئیں تھیں اس لئے "انہیں چاروں کو اناجیل اربعہ کہتے ہیں اورلفظ انجیل مختص انہیں چاروں کتابوں سے ہے"(اظہار الحق صفحہ ۳۸) ان میں سے ہر ایک عیسیٰ کی انجیل کہلاتی ہے جن کو متی، مرقس، لوقااور یوحنا نے قلم بند کیا ہے۔

یہاں تک توہم نے مولوی صاحب کے اس وہم کو مٹایا جوان کو انجیل کی بناء پرعارض ہوا تھا۔ اب آپ کو ایک اوروہم ہوا ہے آپ فرماتے ہیں " لامحالہ اس وقت کوئی انجیل تھی جس کی طرف حضرت مسیح اشارہ کرتے ہیں بعض علماء مسیحیہ کے اقوال سے اس انجیل کا کچھ پتہ لگتاہے " یہ سخن پڑھ کرناظرین طیار ہوئے ہونگے کہ اب مولوی صاحب کوئی تاریخی بیان پیش کرینگے۔اور اس انجیل کا کوئی پتہ ونشان اس کے ابواب کا شمار یااس کے نسخہ کی کوئی کیفیت سنائینگے۔ کہ وہ کس زبان میں تھی کن کن لوگوں کے ہاتھوں آئی؟ کب تک مروج رہی اور بعد میں کب گم ہو گئی لوگوں نے اس سے کیا اقتباس کئے ہیں۔ اوراس کے دیکھنے اور پڑھنے اور لکھنے والوں کا کیا حال بیان کیا ہے لیکن بجائے اس آپ فرماتے ہیں " ہارن صاحب کے انٹروڈکشن کی چوتھی جلد میں لیکرک کوپ میکا ئیلس ۔ سنک مارش وغیرہ علما متقدمین کی رائے اس طرح منقول ہے"۔سچ ہے جہل بُری بلا ہے۔مکتبوں کے پڑھے ہوئے ملاجرمن کے مصنفین سے الجھیں تو نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا"۔آپ کے متاخرین کل کے آدمی ہیں جن کی رائیں اس بارہ میں غلطی پر مبنی تھیں۔ اوراب ان راؤں کی قدر سوائے بے فکرے مولویوں کے کوئی کرنے والا نہیں ۔ اور وہ رائے بھی " اسطرح منقول ہے ۔ کہ شاید متی ومرقس اورلوقا کے پاس ایک کتاب عبری زبان میں تھی جس میں حضرت مسیح کے حالات لکھے تھے ۔ اس میں متی نے زیادہ نقل کیا اور مرقس ولوقا نے کم ۔" مولوی صاحب کیاغضب کرتے ہو۔ تم ہم کو تواریخی واقعہ سناتے ہو " یا شاید" اورپھر اس " شاید" کا قرینہ بھی نہیں بتاتے۔ کیا تم اس " شاید" سے جو زمانہ حال میں بولا گیا اپنے وہم کی تائید کرسکو گے ؟

پھر آپ لکھتے ہیں "۔ فاضل مارٹن نے لکھاہے کہ اکھارن نے اپنی کتاب میں کہاہے کہ دین مسیحی کے شروع میں ایک مختصر رسالہ تھا۔ حضرت مسیح کے حالات میں ہوسکتا ہے کہ اس کو اصل انجیل کہا جائے"کھارن انیسویں صدی کے شروع میں لکھتاہے اوراپنا صرف ایک قیاس بیان کرتاہے ۔ جس

کے لئے کوئی سند پیش نہیں کرسکتا ہے۔ اور فاضل مارٹن" نے اپنی کتاب میں
اس قیاس کے اساس کے ہر پہلو سے تردید کی ہے اسے کاش ۔ مولوی صاحب
جن کتابوں نام لیتے ہیں ان کتابوں پڑھ بھی سکتے۔ تو وہ اپنے اوپر لوگوں کو نہ
ہنساتے۔

مارٹن اور اکھارن

مارٹن کی اصل عبارت یہ ہے کہ" اکھارن خیال کرتا ہے کہ بہت
ابتدائی زمانہ میں ایک مختصر تواریخی خاکہ مسیح کی حیات کا موجود تھا جس کو
ابتدائی انجیل کہہ سکتے ہیں"۔ مارٹن نے خاص طور سے اکھارن اوراس کے ہم
خیالوں کی تردید میں ایک بڑی طولانی والا جواب بحث کی ہے۔ اور جن خیالات
کا اس نے زور سے رولکھاہے ۔ اور جن کی اس شرح وبط سے بے ثباتی کا اعلان
کیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ قیاس ناسپاسن ہے جس کی تائید میں نہ اکھارن اور نہ
اس کا کوئی بڑا یا چھوٹا ایک ذرہ بھر شہادت تاریخ واقعات سے نکال سکا۔
اور محض خیالی پلاؤ پکارتے رہے۔ مولوی صاحب اسی خیال کو مارٹن فاضل کی
سند سے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ مارٹن کے بعد پھر کسی کو اکھارن کی تائید کی
جرات باقی نہیں رہی۔

طرفہ تریہ کہ آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ " مسیح کے وقت میں کوئی انجیل
تھی ۔ جسکی طرف مسیح اشارہ کرتے ہیں"۔ اور پھر ثابت یہ کرتے ہیں کہ وہ "
ایک کتاب تھی جس میں مسیح کے حالات لکھے تھے"۔ اور یہ " ایک مختصر رسالہ
مسیح کے حالات میں تھا"۔ تو کیا حضرت مسیح اپنے حالات زندگی وواقعات سوانح
ابتداہی میں جب حالات واقع ہی نہ ہوچکے تھے پہلے ہی سے لکھ لکھا کر لوگوں کو
سناتے پھرتے تھے؟ بریں عقل ودانش بباید گریست۔

"پس جس انجیل کی طرف حضرت مسیح اشارہ کرتے ہیں ۔اور بہت
سے علماء مسیحیہ بھی اسی کے قائل ہیں ۔قرآن مجید اسی کو انجیل کہتا ہے" (صفحہ
۷۳)"بہت سے علماء مسیحیہ کو آپ کیوں گھسیٹتے ہیں ۔ خیر جن کے نام آپ
نے لئے انہوں نے قیاس سے کسی کتاب کا وجود تسلیم کیا جس کو وہ انہ انجیل
مسیح کہتے ہیں نہ کہ یہ مسیح اس کی طرف اشارہ کرتےہیں بلکہ اس کو" ایک مختصر
تواریخی خاکہ مسیح کی حیات کا" قرار دیتے ہیں جو صعود مسیح کے بعد وجود میں آیا
ہوگا۔ بھلا اس کو آپ کے دعویٰ سے کیا مناسبت ؟

مولوی صاحب کے خیالات میں تضاد کے کرشمے

اب ہم ناظرین کو ایک ہنسی کی بات سناتے ہیں۔ یہی مولوی صاحب
جنہوں نے پیغام محمدی میں" ایک کتاب جو حضرت مسیح کو الہام کی گئی
تھی"۔اپنے وہم سے اختراع کرڈالی اورپہلے اسکے وجود کا سراغ انجیل سے اور پھر
چند برس مصنفین کے اقوال سے لگانا چاہا۔ چھ برس قبل ایک کتاب واقع
تلبسیات لکھ چکے ہیں اس میں آپ نے یوں فرمایا تھا" مسیح نے اپنے کلمات
ومواعظ ونیز حالات نہ تو خود لکھے اور نہ زمان قیام میں لکھوائے(صفحہ ۱۳۲)"

اگر حضرت مسیح کے روبرو تحریر ہوجاتی ت ویہ اختلافات نہ ہوتے۔مگر افسوس ہے کہ ایسی تحریر کا وجود نہیں ملتا"۔(صفحہ ۱۳۴)۔" حضرت مسیح علیہ السلام نے کوئی کتاب ایسی نہیں چھوڑی جو مسیحی مومنین کے لئے مرجع ومتمسک ہوتی (صفحہ ۱۴۳)اب آپ ہی فرمائیں ک جس شے کا وجود صفحہ روزگار پر آپ کو نہیں ملتا تھا ۔ پھر اسی کے وجود کا دعویٰ کرنا کس کا کام ہے۔ اور اگر قرآن اس آپ کی فرضی وناپید انجیل کا قائل ہوا ہے تو اس نے اپنا گھر تباہ کیا اور آپ ذرا اپنی بے سروپا تقریر پر بھی غور فرمائیں کہ پہلے توکہتے ہیں کہ" قرآن شریف انہیں تعلیمات کو انجیل کہتا ہے ۔ جو حضرت مسیح پر القا کی گئیں" اوراب یہ کہتے ہیں کہ " مسیح نے اپنے کلمات اورمواعظ نہ تو خودلکھے اور نہ زمان قیام میں لکھوائے "اورپھر بھی انجیل سے" وہ کتاب الہٰی مرادلیتے ہیں جو حضرت مسیح کو الہام کی گئی " اے صاحب پہلے ہوش درست کیجئے ۔ اور تب اہل کتاب سے مناظرہ کیجئے۔

شئی مفقود کی تکذیب

قرآن کے زمانہ میں تو یہ انجیل مفروضہ بھی صفحہ ہستی پر نہ تھی توکسی عیسائی کے پاس موجود کیسے ہوتی؟ پس مفقود شے کی تصدیق کرنے والا اپنی تکذیب کرتاہے اب بتائیے کہ قرآن نے اس انجیل کی تصدیق کی ۔ اور کس کی نسبت عیسائیوں" کو حکم کرنیکا ارشاد کیا؟ اس کے جواب میں آپ قبول کرتے

ہیں کہ" تصدیق صرف اسی قدر کی جاسکتی ہے جس قدر تعلیم الہٰی مسیح کی زبان سے بیان ہوئی ۔ اور کتب مروجہ اہل کتاب میں مندرج ہے۔ کیونکہ وہ تعلیم اگرچہ کسی جداگانہ کتاب میں مستقل طور پر نہیں پائی جاتی مگر جابجا متفرق طورپر ان کی کتابوں میں موجود ہے ۔ پس اس وجہ سے اس کلام کا ان کے پاس ہونا صحیح ہے ۔ حاصل یہ ہے کہ جس کلام کی تصدیق قرآن شریف کرتاہے اس میں دو وصف ہونا چاہئیں ایک یہ کہ حضرت مسیح کو الہام کیا گیا ہو دوسرے یہ کہ ان کے پاس ہو اور یہ دونوں وصف صرف اسی کلام میں پائےجاتے ہیں جو حضرت مسیح نے باالہام الہٰی بیان فرمایا۔اورکتب مروجہ اہل کتاب میں مندرج ہے اوران کتابوں میں جو حواریوں وغیرہ کا کلام ہے اس کی تصدیق ہرگزثابت نہیں ہوتی ۔ اگر قرآن شریف تحریر متی ومرقس وغیرہ ہما کی تصدیق کرتا ہے توانجیل کوانہیں کی طرف منسوب کرتا ۔مگراس کا توکسی مقام پر اشارہ بھی نہیں ہے پھر کیونکر کوئی سمجھدار شخص انجیل مروجہ کی تصدیق قرآن شریف سے نکال سکتا ہے "(صفحہ ۳۸تا ۳۹)۔

مولوی صاحب کو ماننا پڑاکہ" جس کلام کی تصدیق قرآن شریف کرتاہے اس میں دووصف ہونا چاہئیں ایک یہ حضرت مسیح کو الہام کیا گیا ہو دوسرا یہ کہ عیسائیوں کے پاس ہو۔ بس اب ہم بڑے اطمینان سے کہتے ہیں کہ آپ کے گمان کے مطابق " جس انجیل کی طرف حضرت مسیح اشارہ کرتے تھے" چاہے اس انجیل کی بابت آپ کچھ ہی خیالی پلاؤ پکایا کریں ۔ وہ ہرگز وہ انجیل

نہیں ہے" جس کلام کی تصدیق قرآن شریف کرتاہے" کیونکہ اس میں دوسرا وصف یعنی یہ کہ " وہ عیسائیوں کے پاس ہو"۔ خود آپ کے اقبال کے مطابق ندارد ہے۔

قرآن شریف انجیل مروجہ کی تصدیق کرتا ہے

اب ہم " انجیل مروجہ کی تصدیق قرآن شریف سے نکالتے ہیں۔ سوائے انجیل مروجہ کے جس میں " اناجیل اربعہ ہمیشہ سے شامل رہی ہیں۔ کبھی کوئی کتاب جو" انجیل " کے نام سے مشہور ومعروف رہی ہو عیسائیوں کے پاس رہی نہیں۔ پس جہاں کہیں الانجیل کا لفظ قرآن شریف میں ملیگا۔ اسکے اصطلاحی وعرفی معنی کی روسے اسی انجیل مروجہ پر انگلی رکھ دی جائیگی ۔ پس دوسرا وصف کہ وہ کتاب " عیسائیوں کے پاس ہو" اسی انجیل مروجہ میں ملتا ہے نہ کسی اور کتاب میں اور آپ کا یہ فرمانا محض حیلہ اور گریز ہے کہ" اگر تصدیق کا مدارصرف ان کے پاس ہوناہے۔ تواس مجموعہ عہد جدید کے سوا اور بھی انجیلیں وغیرہ عیسائیوں کے پاس ہیں۔ جن کو اپاکریفل کہتے ہیں ۔ پر یہ معترض کونسی انجیل کی تصدیق ثابت کرنا چاہتاہے "(صفحہ ۳۹)۔

مولانا ۔ آپ بھک گئے عیسائیوں کے پاس سوائے اناجیل اربعہ اور کوئی انجیل کبھی قابل تصدیق نہیں رہی۔ ہاں بہت سے رسلجات تھے جن میں سے کسی کا نام انجیل طفولیت اور کسی کا نام انجیل پیدائش مریم وغیرہ وغیرہ تھا۔ اورآپ خود کہتے ہیں کہ ان کو انجیل نہیں بلکہ" اپاکریفل "کہتے ہیں اورہم الانجیل سے بحث کررہے ہیں اور دکھلاتے ہیں کہ اس نام سے مشہور جو کتاب تھی اس میں علاوہ اور مستند الہامی تحریرات کے اناجیل اربعہ بھی موجود تھیں۔ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے ہیں کہ ان تمام کتابوں کی جو عیسائیوں کے پاس تھی قرآن شریف تصدیق کرتا ہے۔ بلکہ صرف اسی کتاب کو جوالانجیل کے نام سے ان کے پاس تھی۔ اور چونکہ ، متی ، مرقس، لوقا اور یوحنا کی اناجیل اس نام سے شامل ہیں اس لئے قرآن شریف کو ان کا مصدق توطوعاً کرہا" ہونا ہی پڑے گا۔ اور اگر وہ کسی اور رسالہ کی بھی تصدیق کرے تو ہم اس کو نہیں روکتے۔دیکھئے اصطلاح اور شے ہے اور نام دوسری شے۔ القرآن ایک معرف بالعام اور اصطلاحی نام ہے۔ مگر جب کوئی قرآن فیضی یا مسلمہ کا ذکر ہے تو القرآن کے تعین میں دھوکا نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا مطلب کس قرآن سے ہے۔ لہذا آپ اناجیل اربعہ اور دیگر اناجیل کے تعین میں اس وجہ سے غلطی نہ کریں کہ" اور بھی انجیلیں وغیرہ ان کے پاس تھیں جن کو اپاکریفل کہتے ہیں "۔

انجیل عیسائیوں کے پاس ہے

آپ خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں" جس قدر تعلیم الہیٰ حضرت مسیح کی زبان سے بیان ہوئی "۔ قرآن اس کی تصدیق کرتاہے ۔ اورآپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ" وہ تعلیم کسی جداگانہ کتاب میں مستقل طورپر نہیں۔ مگر جابجا متفرق طورپر عیسائیوں کی کتابوں میں موجود ہے ۔ پس اس وجہ سے اس کلام کا ان کے پاس ہونا صحیح ہے" اب منطق آپ کو یہ کہنے پر مجبور کریگا کہ

قرآن نے جس کلام کی تصدیق کی اس کا ماخذ عیسائیوں کی کتابیں ہیں۔ کیونکہ وہ کلام " کسی جداگانہ کتاب میں نہیں" پس بغیر اس ماخذ کی تصدیق کئے اس کلام کی تصدیق ممکن کیسے ہے؟۔ یہ توایک منطقی ضرورت ہے جو میرے اور آپ کے ہاتھ میں نہیں جو اس بات سے بھی ثابت تھی کہ " انجیل مروجہ الہیٰ کا نام انجیل ہے یہی عیسائیوں کے پاس ہے۔ اور قرآن شریف اسی انجیل کی تصدیق کرتاہے۔ نہ کسی اور کی۔

بہر کیف یہ ثابت ہوا کہ " جس قدر تعلیم الہیٰ حضرت مسیح کی زبان سے بیان ہوئی " قرآن شریف اس کا مصدق ہے اوروہ تعلیم عیسائیوں کی کتابوں میں " موجود " ہے۔ پس اب ہم بلاتکلف عیسائیوں کی کتابوں کی طرف خود آپ کی ہدایت کے موافق مسیح کی تعلیم کے لئے رجوع کرتےہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "جو کچھ میں کہتا ہوں جس طرح باپ نے مجھ سے کہا ۔ اسی طرح کہتاہوں " (یوحنا ۱۲ : ۵)اور ایسا ہی قرآن شریف میں مسیح کا قول وارد ہے مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلاَّ مَا أَمَرْتَنِي بِهِ ترجمہ: میں نے نہیں کہا ان کو مگر جو تونے حکم دیا" (مائدہ رکوع ۱۶ آیت ۱۱۷)۔

حواریوں کی شان قرآن میں

اب باوجود اس کے آپ فرماتے ہیں " اوران کی کتابوں میں جو حواریوں وغیرہ کا کلام ہے اس کی تصدیق ہر گز ثابت نہیں" آپ نے حواریوں کو بھی ملا سمجھ لیاہے۔ مسیح کے اقوال کے توآپ قائل ہوچکے پہلے ہم آپ کو خود مسیح کا قول سنائیں جو حواریوں سے آپ نے فرمایاہے۔" جس طرح باپ نے مجھے بھیجاہے میں بھی اسی طرح تمہیں بھیجتاہوں اس نے یہ کہہ کے ان پر پھونکا اورکہا تم روح القدس لو"(یوحنا ۲۰: ۲۱) اس کے معنی مولویوں کو سمجھانے کے واسطے کہ ان کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ پھونک اور برکت روح القدس کیا اثر کرتی ہے ہم ایک حدیث پیش کرتےہیں جس میں آنحضرت نے اپنے الہام ووحی کے دعویٰ کی تصدیق میں فرمایا تھا۔ ان روح القدس نفث فی روحی ۔ تحقیق روح القدس نے پھونک دیا میرے دل میں۔ پس حواریئین یوں صاحب الہام ہوگئے اوران کا کلام بھی اس رتبہ کا ہوگیا۔ کیونکہ مسیح نے ان سے فرمایا" جو اس کے جسے میں بھیجتاہوں قبول کرتاہے مجھے قبول کرتاہے اور جو مجھ قبول کرتاہے اس نے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتاہے (یوحنا ۱۳ : ۲۰) یعنی مسیح کے رسولوں کا رتبہ خدا کے رسول کا رتبہ ہوگیا۔ ان کا قول رسولِ خدا کا قول ہوگیا۔ چنانچہ فرمایا" جو تمہاری سنتا ہے میری سنتاہے۔ اورجو تمہیں حقیر جانتاہے مجھے حقیر جانتا ہے "(لوقا ۱۰ : ۱۶) قرآن شریف نے بھی اس دعویٰ کو قبول کیا کہ حوارئیین صاحب وحی تھے۔ "جب وحی بھیجی میں نے حواریوں پر"(مائدہ ع ۱۴)اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ وہ رسول تھے ۔ إِذْ جَاءهَا الْمُرْسَلُونَ (یسین۱۳) ترجمہ : جب آئے اس گاؤں میں رسول یعنی حواریئین۔ اور حواریوں نے ان سے کہا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہو کر آئےہیں (یسین ۱۴)لیکن کفار نے ان کی رسالت اورالہام

سے انکار کیا اورکہا کہ مَا أَنتُمْ إِلاَّ بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنزلَ الرَّحْمن مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلاَّ تَكْذِبُونَ یعنی تم بھی تو ویسا ہی انسان ہو جیسے ہم اور خدا نے کچھ نہیں اتارا تم جھوٹے ہو"۔ تب حواریوں نے کفار کے جواب میں اوراپنی رسالت اور تنزیل کے اصرار کے بارہ میں یہ کہا کہ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ وَمَا عَلَيْنَا إِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِينُ یعنی بیشک ہم تمہاری طرف رسول ہو کر آئے ہیں اورہمارا ذمہ یہی ہے کہ ہم کھول کر تمہیں پہنچائیں "(یسین)۔

افسوس ! مولوی صاحب کے نزدیک ان حواریوں کا کلام جن کی رسالت اورالہام کا ڈنکا قرآن شریف میں بجارہا ہے۔ اورجن کا کلام عیسایئوں کی کتابوں میں پایا جاتاہے۔ قرآن سے تصدیق حاصل نہیں کرتا۔ عیسائیوں کی ضد پر ان مولویوں کواپنے ایمان کا خیال نہیں رہتا۔

انجیل کی نسبت

مولوی صاحب ایک اور شک کی بات کرتے ہیں کہ" اگر قرآن شریف تحریر متی ومرقس وغیرہما کی تصدیق کرتاہے تو انجیل کو انہی کی طرف منسوب کرتا مگر اس کا تو کسی مقام پر اشارہ بھی نہیں ہے"۔ تحریر متی ومرقس کتاب الانجیل کے اجزاء مثل قرآن شریف کی سورتوں کے ہیں۔ اور قرآن شریف کو تصدیق کلی منظور نہ تھی نہ کسی خاص جز کی ۔ جب وہ انجیل کی تصدیق کرتا تھا تو اگراس کو متی یا مرقس کی طرف منسوب کرتا تو اس کی تصدیق جزئی ہوتی ۔ نہ کلی یعنی " اگروہ انجیل متی یا انجیل مرقس کا نام لیتا تو اس سے وہی مفہوم پیدا ہوتا جو سورہ یوسف یا سورہ روم یا سورہ شعرا یا سورہ فیل سے اورجو شخص قرآن کا ذکر کرتاہے ۔وہ ۱۱۴ سورتوں کا ذکر ضمنی کرتاہے۔ پس قرآن شریف نے توآپ لوگوں کا منہ ہر پہلو سے بند کردیا ہے۔

قرآن میں حواریوں کا کلام

اب میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ انجیل کے حوالوں سے جو بجا قرآن شریف میں آئے ہیں یہ ظاہر کرتاہے کہ قرآن شریف ہی مجموعہ عہد جدید کو جس میں نہ صرف اناجیل اربعہ بلکہ دیگر تحریرات حوارئیین ہیں خدا کا کلام اوروہ انجیل جانتا تھا جس کی وہ تصدیق کرتاہے ۔ ہم کوضرور نہیں کہ ہم اسی انجیل سے کلام و تعلیم مسیح پر زور دیں۔ اس کو تو تم خود بھی تسلیم کرتے ہو کہ وہ اسی انجیل میں موجود ہے۔ اب ہم صرف تعلیم حوارئیین کی دوایک مثال دیتے ہیں جن کی تصدیق بھی قرآن اسی طرح کرتاہے ۔ چنانچہ سورہ عبس میں ہے کہ عَبَسَ وَتَوَلَّى أَن جَاءهُ الْأَعْمَى وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَى أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّى وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى وَأَمَّا مَن جَاءكَ يَسْعَى وَهُوَ يَخْشَى فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّى۔(سورعبس آیت ۱ تا ۱۰)۔جناب شاہ عبد القادر صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ"

تیوری چڑھائی اورمنہ موڑا اس سے کہ آیا اسی پاس اندھا اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید
کہ وہ سنورتا یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا وہ جو پروا نہیں کرتا تو اس کے فکر
میں ہے۔ اور تجھ پر گناہ نہیں کہ وہ نہیں سنورتا۔ اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا
اور وہ ڈرتا ہے اور تو اس سے تغافل کرتاہے" اس کی شان نزول مفسرین نے
یہ بیان کی ہے کہ "آنحضرت امراء قریش کو دعوت اسلام کرتے تھے اور مجلس
میں تھے کہ ایک شخص عبداللہ ابن ام مکتوم جواندھا تھا دوڑتا آیا۔ اور چونکہ اندھا
تھا اس کو ان امراء وروٴسا کی خبر نہ ہوئی جن سے آنحضرت مخاطب تھے اس نے
قطع سخن کیا آنحضرت کو برامعلوم ہوا اس سے ترش ہوئی روئی کے ساتھ منہ پھیر
لیا جبرئیل آئے اور یہ آیت سنائی ۔ ان آیات مذکورہ بالا کے بعد یہ وارد ہوا ہے
الھا تکرۃ فمن شاء ذکر فی صحف مکرمۃ قوعۃ مطھر ۃ بامدی سفرۃ کرامہ بررہ۔ ترجمہ
"تحقیق نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے یاد کرلے اس کو بیچ صحیفوں تعظیم کئے
گیوں کے بلند کئے گئے پاک کئے گئے بیچ ہاتھوں لکھنے والوں بزرگ نیک کاروں
کے" اب دیکھئے اس میں صریح پتہ بتایا گیاہے کہ یہ وہ نصیحت ہے جو معظم اور
مقدس صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے اور وہ صحیفے ہر شخص کی رسائی کے اندر ہیں۔
جو شخص چاہے اس کو یاد کرلے اور یہ بھی بتلایا کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے
بزرگ اور نیکوں کارہیں۔

اب لازم ہے کہ مولوی صاحب ہم کو اس مقدس کتاب کی تلاش کرکے
پتہ بتائیں کہ کہاں ہے؟ آسمان پر اس کتاب کا ڈھونڈھنا ایک فعل عبث ہے
کیونکہ دنیاوی یاد کرنے والوں کو وہاں تک رسائی نہیں۔ اور نہ آسمان پر کتابوں
کی نقلیں مطلوب ہیں کہ وہ کتاب لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہو۔ کیونکہ ان آیات
میں صاف لکھا ہے کہ " جو کوئی چاہے یاد کرلے اس نصیحت کو بیچ صحیفوں
تعظیم کئے گئیوں کے" دنیا میں کوئی کتاب ان صفحات کے ساتھ موجود نہیں
اور نہ موجود تھی جس میں یہ نصیحت مرقوم ہے اور جس تک یاد کرنے والوں کی
رسائی ہو بجز ایک کتاب کے جس کا نام الانجیل یعنی مجموعہ عہد جدید ہے
جوعیسائیوں کے پاس ہمیشہ تھا اوراب بھی ہے۔ ہم یہ نصیحت اس سے نقل
کرکے مولوی صاحبان کو دکھلاتے ہیں کہ انجیل میں یہ نصیحت یوں مرقوم ہے
کہ "ایمان ظاہر پرستی کے ساتھ مت رکھو اس لئے اگر کوئی سونے کی انگوٹھی
اور براق پوشاک پہن کر تمہاری جماعت میں آئے اورایک غریب بھی میلے کچیلے
کپڑے پہنے آوے اور تم اس ستھری پوشاک والے کی طرف متوجہ ہو اس سے کہو
آپ یہاں اچھی طرح بیٹھے اور غریب سے کہو وہاں کھڑا رہ یا یہاں میری چوکی
کے تلے بیٹھ تو کیا تم نے آپس کی طرفداری نہ کی؟ اور بدگمان حاکم نہ بنے؟
اے میرے پیارے بھائیو سنو کیا خدا نے اس جہان کے غریبوں کو نہیں چنا
تاکہ وہ ایمان کے دولت مند اوراسی بادشاہی کے جس کا اس نے اپنے پیار کرنے
والوں سے وعدہ کیا وارث ہوویں"۔ (مقدس یعقوب کا خط ۲)۔

اب تم آنحضرت کی مجلس پر غور کرو جس میں روٴسا قریش زرق و برق
پہن کے آئے تھے اور آنحضرت انکی طرف متوجہ تھے کہ اسی اثناء میں ایک

اندھے کا میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے آکر قطع کلام کرنا اور پوچھنا اوراس سے منہ پھیرنا ۔ امراء کے مقابل میں اس کو حقیر سمجھنا کیسا معاملہ تھا ؟ اور یہ نصحیت جو ہم نے انجیل سے سنائی کیسے چسپاں وحسب حال ہے؟ جس کی طرف سورہ عبس میں اشارہ ہے۔

اس قدر تو صاف ہے کہ یہ نصحیت سوائے انجیل کے اور کسی کتاب میں مذکورہ نہیں۔ لیکن امر غور طلب یہ ہے کہ یہ نصیحیت تعلیمات مسیح میں سے جن کی تصدیق کے مولوی صاحب قائل ہیں نہیں ہے بلکہ یہ نصحیت مقدس یعقوب کی تعلیمات میں ہے جو مسیح کے حواری اور قریبی رشتہ دار تھے جس سے یہ ثابت ہوتاہے کہ آپ کا سخن کہ" ان کتابوں میں جوحواریوں وغیرہ کی کلام ہے اس کی تصدیق ہر گز ثابت نہیں" بالکل باطل ہے۔ بلکہ مقدس یعقوب حواری کا صحیفہ قرآن شریف کی اس شہادت سے" صحیفوں تعظیم کئے گیوں" میں شامل ہے۔ پس اس زیادہ اور کیا تصدیق چاہیے؟

اسی سلسلہ میں قرآن شریف کی ایک اور آیت سنداً پیش کرتاہوں۔ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ترجمہ: اور نہ کہو کسی کام کو کہ میں کل یوں کرونگا مگر یہ کہ اللہ چاہے (کہف ۲۳)

ناظرین یہ معلوم کرکے متحیر ہونگے کہ یہ نصحیت بھی لفظ بلفظ مقدس یعقوب حواری کے صحیفہ سے لی گئی ہے۔ چنانچہ مقدس یعقوب کے خط کے ۴: ۱۳ تا ۱۵ ۔ میں یوں لکھاہے کہ" تم کو کہنا چاہیے کہ جو خدا کی مرضی ہو اور ہم جیتے رہیں تو یہ یا وہ کام کرینگے" مگر افسوس کہ مولوی صاحب یہی کہے جائینگے کہ" ان کتابوں میں جوحواری وغیرہ کا کلام ہے "اس کی تصدیق ہر گز ثابت نہیں"۔

قرآن شریف مجموعہ عہد جدید کی تصدیق کرتاہے

ناظرین ہم نے دکھلایا کہ قرآن شریف مجموعہ عہد جدید کی تصدیق کرتاہے ۔ جس کو اصطلاح اہل انجیل میں جو قرآن شریف کے مخاطب ہے الانجیل کا نام دیا گیا ہے ۔ قرآن شریف اس کے جملہ مطالب کی تصدیق کرتاہے۔ عام اس سے کہ وہ زبان مسیح سے صادر ہوئے ہوں یا زبان حوارئین سے۔ چنانچہ پہلا امر تو مولوی صاحب کا مسلمہ تھا اور دوسرا امر ہم نے سورہ عبس سے ثابت کیا۔

شہادتِ علماء اسلام درباب عدم تحریف کتب مقدسہ

سرسید مرحوم بالقابہ نے مسئلہ تحریف کی دونوں جانب سے خوب تحقیق کی ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق جو نتیجہ انکی تحقیق کا اور جو مقدمات ان کے نتیجہ کے ہیں ہم ان کی تفسیر تبئین الکلام سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

پہلے آپ ممکن الوقوع تحریف کی آٹھ قسمیں بیان کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱ - "اول یہ کہ کتب مقدسہ میں کچھ لفظ یاعبارت اپنی طرف سے بڑھادیں۔

۲ -دوسری یہ کہ ان میں سے کچھ لفظ یا عبارت گھٹادیں۔

۳- تیسری یہ کہ لفظوں کوبدل دیں یعنی اصلی لفظ نکال کر ان کے بدلے اور لفظ داخل کریں۔

۴- چوتھی یہ کہ کتب مقدسہ میں توکچھ تغیر وتبدل نہ کریں مگر ان کے الفاظ کو یعنی کلام الہیٰ کو پڑھتے وقت تغیر دے کر لوگو کو پڑھ سناویں۔

۵- پانچویں یہ کہ کتب مقدسہ کے بعض درسوں (آیتوں) کو بتادیں اور بعض کوچھپادیں"۔

۶ -چھٹی یہ کہ کلام الہیٰ میں جو احکام ہیں لوگوں کو ان کے بدلے اوراحکام بتاویں یہ کہہ کر کہ حکم الہیٰ یوں ہے۔

۷-ساتویں یہ کہ الفاظ مشترک المعنی کے وہ معنی بیان کریں جو مقصود نہیں ہیں۔

۸-آٹھویں یہ کہ آیات خفیہ ومتشابہ کی غلط تاویل کریں"۔

تحریف کو ان آٹھ قسموں میں تقسیم کرنے کے بعد سرسید مرحوم فرماتے ہیں کہ "ہمارے مذہب کے بموجب پہلی تین قسموں کی تحریف کا کتب مقدسہ میں واقع ہونا ثابت نہیں ہے۔"

اور آگے چل کر علماء اسلام کی سند پر اپنے اس حق دعویٰ کی تائید کرتے ہیں۔

" اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جن علما نے کتب مقدسہ میں پہلی تین قسموں کی تحریف کا ہونا تسلیم کیاہے ان سے درباب قراردینے اصل مراد تحریف کے لغزش ہوئی ہے۔ اسی لئے ہمارے مذہب کے بڑے بڑے علماء تحقیق نے کتب مقدسہ میں پہلی تین قسموں کی تحریف کے واقع ہونے سے انکار کیاہے۔ اورجن لوگوں کی رائے اس طرف گئی ہے اس کا تخطیہ کیاہے" چنانچہ ہم ان کے اقوال اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

پہلی سند۔ "امام محمد اسماعیل بخاری رحمتہ اللہ نے اپنی کتاب میں تحریف کی تفسیریوں لکھی ہے - کہ قال البخاری صحیتہ فی بیان قولہ یحرفون الکلمہ عن مواضعہ یحرفون یزیلون ویس احد یذیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکھنم یحرفونہ یتاؤ دلونہ علی خیرتاویلہ۔ تحریف کے معنی ہیں بگاڑدینے کے اور کوئی شخص نہیں ہے جوبگاڑے اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے لفظ کسی کتاب کا لیکن یہودی اور عیسائی خدا کی کتاب کو اس کے اصلی اورسچے معنوں سے پھیر کر تحریف کرتے تھے"۔

یعنی یہودی وعیسائی اپنی کتاب کے معنی غلط بیان کرتے تھے۔ پس ان کا دست بروکتاب پر نہ تھا۔ تم صحیح معنی بیان کردو۔ اوران کے معنے مت قبول کرو۔

دوسری سند۔ قد سئل ابن تیمیة عن ھذا المسئلة فاجاب فتاواہ للعلمانی ھذا قولین احدہما وقوع التبدیل فی الالفاظ ۔ ایضاً اینھا لاتبدیل لافی المعنی واحتج للثانی ۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ ابن تمیمہ سے تحریف کا مسئلہ پوچھا گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ علما کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ تحریف لفظوں میں بھی ہوئی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ تبدیل نہیں ہوئی مگر صرف معنوں میں اور اس دوسری بات پر بہت سی دلیلیں بیان کی ہیں۔

تیسری سند۔ امام فخرالدین صاحب رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اختلفوافی کیفیة الکتما فالمردی عن ابن عباس الھمہ کا نوایحرفون ظاہر التورات والانجیل وعند المتکلمین ھذا ممتنع الانھا کا فا کتابین بلغافی الشھرة ولتواترالیٰ حیث یتعنہ ذلک فیھا بل کانو یکتمو التاویل لانہ قد کان فیھم من یعرف الایات الدالة علی نبوة محمد ﷺ فکا نو ایذکرون لھا تاویلات باطلة ویصرفونھا عن محالھا الصحیة العالعة علی نبوة محمد ﷺ فھزا ھوالمراد عن الکتمان فیصیر المعنے ان الذین یکتمون معانی ما انزل اللہ من الکتاب (سورہ بقرہ ۱۷۴ آیت)۔

ترجمہ ۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ اہل کتاب توریت وانجیل کی عبارت میں تحریف کرتے ہیں مگر متکلمین کے نزدیک یعنی ان عالموں کے نزدیک جو مذہبی امور کی تحقیق کرنے والے ہیں یہ بات یعنی توریت وانجیل کی عبادت کا بدل ڈالنا ممتنع ہے۔ کیونکہ وہ دونوں کتابیں نہایت مشہور ہوگئی ہیں۔ اور تواتر کو پونچی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی عبارتوں کا بدلنا متعذر ہوگیاہے بلکہ وہ لوگ جواصلی مطلب تھا اس کو چھپاتے تھے"۔

یہ بات واضح ہے کہ اہل کتاب یعنی یہودی وعیسائی ان سب کے پاس ایک ہی توریت وانجیل ہے اوراہل کتاب سینکڑوں فرقوں پر جوایک دوسرے سے بیحد مخالفت رکھتے ہیں تقسیم ہوگئے ہیں اور یہ کہ اہل کتاب کسی ایک ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں ایشیا میں یورپ میں امریکہ میں افریقہ میں آباد ہیں۔ اگر یہ لوگ ایک دوسرے سے کوئی اختلاف بھی نہ رکھتے بلکہ سب ایک ہی فرقے ہوتے توبھی کیا ممکن تھا کہ یہ سب اپنی کتابوں کے خراب کرڈالنے پر متفق ہوسکتے؟ کیا ان میں کسی کو بھی کتاب کی پاسداری نہ ہوتی ؟ کیا انسان خدا سے اس درجہ باغی ہوگیا ؟ اور کیا وہ تمام بغاوت اہل کتاب کے حصہ میں آگئی تھی؟ انسان کولازم ہے کہ ہمیشہ شعور کے ساتھ گفتگو کرے اور تعصب سے ایسا دیوانہ ہوجائے کہ اپنی عقل کو خیر باد کہے بیٹھے۔ اور اگرجہال وکم علم ایسا کریں تو کرنے دو"۔ متکلمین کے نزدیک یعنی ان عالموں کے نزدیک جومذہبی امور کی تحقیق کرنے والے ہیں یہ بات یعنی تورات وانجیل کی عبارتوں کا بدل ڈالنا متنع ہے۔ کیونکہ وہ دونوں کتابیں نہایت مشہور ہوگئی ہیں اور تواتر کو پہنچی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی عبارتوں کا بدلنا متعذر ہوگیاہے"۔

چوتھی سند۔ واخرج ابن المنذروابن ابی حاتمہ عن وھب ابن بنہ قال ان التوارة والانجیل کما انزل ھما اللہ لمہ تغیر منھاحرف ولکنھمہ یضلون بالتحریف والتاویل

زاالکتب کانو ایکتبو نہا من عند انفسھم یقولون ھومن عند اللہ وما ھومن عند اللہ فاما کتب اللہ فانہا محفوظۃ۔ (تفسیر درمنشور) ترجمہ: تفسیر درمنشور میں ابن منذروبن ابی حاتم نے دہب ابن منبہ سے روایت کی ہے کہ توریت وانجیل جس طرح کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اتارا تھا اسی طرح ہیں ان میں کوئی حرف بدلا نہیں گیا۔ لیکن یہودی بہکاتے تھے لوگوں کو معنوں کے بدلنے اور غلط تاول کرنے سے۔ اور حالانکہ کتابیں تھیں وہ جن کو انہوں نے اپنے آپ لکھا تھا اورکہتے تھے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اور وہ اللہ کی طرف سے نہ تھیں۔ مگر جو اللہ کی طرف سے تھیں وہ محفوظ ہیں"۔

نوٹ: نیز تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ:

کیف یمکن ادخال التحریف فی التوارۃ مع شہرتہ العظیمۃ بین الناس والجواب لعلمہ صدر ھذا العمل عن نفر قلیل یحور علیھمہ التواطر علی التحریف ثمہ الھمہ عرضنواذک الحرف ممکناولا صوب عندی فی تفسیر الایۃ وجہ اخروھوان الایات الدالتہ علی نبوۃ ﷺ یحتاج فیھا الی تدفین النظر وتامل القلب والقوم کا نوایوردون علیھا الاسولۃ المشرختہ والاعتراضاد الظلمۃ نکانت تصیر تلک الدہ یل مشتبھا علی السامعین والیھود کانو ایقولون مراد اللہ تعالیٰ من ھذا الایتھا ذکرنا لاماذکر تمہ فکان ھذا المراد بالتحریف وبلی الاسنۃ وھذا مثل ان الحقق فی زمانا اذا استدال بایتہ من کتاب اللہ فالبسطل یوروعلیہ الاسولۃ والشبھات ویقول لیس مراد اللہ ماذکرت فذک فی ھذا الصورۃ واللہ اعلمہ مرادہ (آل عمران آیت ۷۸)۔ ترجمہ: کیونکر ممکن ہے داخل کرنا تحریف کا توریت میں باوجود اسکی نہایت شہرت کے لوگوں میں ؟ جواب شاید یہ کام تھوڑے سے آدمیوں نے جن کا تحریف پر اکٹھا ہوجانا ممکن ہوگیا ہو تو اس صورت میں ایسی تحریف ہونی ممکن ہے۔ مگر میرے نزدیک اس آیت کی بہتر تفسیر یہ ہے کہ جو آیتیں توریت کی نبوت محمد ﷺ پر دلالت کرتی ہیں ان میں غور وفکر کی احتیاج تھی اور وہ لوگ اس پر سوالات مشوش اوربیجا اعتراضات کرتے تھے۔ پھر وہ دلیلیں سننے والوں پر مشتبہ ہوجاتی تھیں اور یہودی کہتے تھے کہ ان آیتوں سے اللہ تعالیٰ کی مراد وہ ہے جو ہم کہتے ہیں نہ وہ جو تم کہتے ہو۔ پس یہی مراد ہے تحریف سے۔ اور زبان بد سے یا پھیر لے اس میں۔ ایسی مثال ہے جیسے کہ ہمارے زمانہ میں جب کوئی محقق کسی آیت کلام اللہ سے استدلال کرتا ہے توگمراہ لوگ اس پر سوالات اور شبہات کرتے ہیں۔ اورکہتے ہیں کہ اللہ کی مراد یہی نہیں ہے جو تم کہتے ہو اسی طرح پر اس تحریف کی صورت ہے۔

امام فخرالدین صاحب رازی تفسیر کبیر میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

قولہ ویلون السنتھم معناہ یعمدون الی اللفظ فیحر فوتھافی حرکات الاعراب تحریفا یتغیر بہ المعنی۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا "کہ کتاب پڑھنے میں زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ (یعنی یہود مدینہ) خراب کرتے ہیں لفظ کو اور بدل دیتے ہیں (پڑھنے میں) اس کے اعراب کو کہ اس تبدیل سے اس کے معنے بگڑجاتے ہیں۔

تفسیر حسینی میں یوں لکھاہے۔

وان منھم نفریقاً۔ دبدرستیکہ از جیھواں سرآئینہ گردہے مستند، چوں کعب وابویاسروحی کہ ازروئے نار استی ملیون الستھم مے پیچا نند زبان ہائے خود درابالکتاب ۔ نحواندن کتابی کہ نوشتہ بربافتہ احبار ایشا نست دآں مفتریات بلغت عربی مے خواشد لحتبوہ تاشماپندارید کہ آنچہ ایشاں میخوانند عن الکتب از توریت است ۔ وما ھومن الکتاب وحالانکہ نیست از توریت ویقولون ومیگویند ھومن عنداللہ آنمحرف ومفتری از نزد خداست وما" ھومن عبداللہ نیست آں از نزدخدائے ۔ ویقولون علی اللہ الکذب ومیگویندر خدائے دروغ کہ غیر نحن اورمیدانند وھمہ یعلمون وایشاں میدانند کہ دروغ میگونید۔ یہاں سے آشکارا ہے کہ اس آیت قرآنی میں ابھی تک کتب سماوی کی تحریف ثابت نہیں ہے۔

یہ کب ممکن تھا کہ اگر قرآن شریف وآنحضرت نے اہل کتاب کی کتب مقدسہ پر ایک حرف لایا ہوتا۔ تو یہ جید علماء اہل اسلام جو متقدمین میں سے ہیں وہ یہ کہتے کہ" توریت وانجیل جس طرح کہ ان دونوں کو اللہ نے اتارا تھا اسی طرح ہیں ان میں کوئی حرف بدلا نہیں گیا"۔

اس میں جو یہ شکایت کی گئی ہے کہ " وہ کتابوں کو اپنے آپ لکھتے ہیں اورکہتے تھے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں" غالباً بعض اہل کتاب کی نسبت سچ ہوگی۔ کیونکہ عجب نہیں کہ بعض کم علم وجاہل متعصب لوگ جو اپنے مخالفوں کو دق کرنا اوران کو ذلیل کرنا چاہتے ہوں ایسا بھی کرتے ہونگے کہ جب بیچارے مسلمان توریت یا انجیل پڑھنا چاہتے ہونگے (کیونکہ قرآن شریف نے ان پر مثل قرآن کے ایمان لانا واجب بتایا ہے) اوروہ کتب کی خرید کے واسطے بعض کاتبوں کے پاس جاتے ہونگے تو وہ ان کے ہاتھ کوئی نسخہ جس میں توریت وانجیل کے بعض مضامین کے ساتھ ان کے اپنے قصے وتاویلات تھے توریت وانجیل کے نام سے بیچ ڈالتے ہونگے تاکہ ان کا مالی نقصان بھی کریں۔ اور نیز ان کو علانیہ ذلیل اس طرح کریں کہ وہ اس نسخہ کو صحیح سمجھ کر اگر کوئی مضمون اقتباس کریں یا کسی اہل کتاب کے مقابل پیش کریں تو وہ اصلی نسخہ سے مقابلہ کرکے ان کو جھوٹا بنائے۔ اوران بچارے سادہ لوحوں کو خفیف ہونا پڑے۔ ان واقعات کے بعد مسلمانوں نے زیادہ احتیاط کرنا سیکھا ہوگا اور ان شریر نفسوں سے اپنے کو ضرر بچایا ہوگا۔

پانچویں سند۔ "تحریف لفظی وترجمہ توریت وامثال آں بکامے بردند نہ دراصل توریت، پیش فقیر چیں محقق شد (وھو قول ابن عباس ۔ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب فوزالکبیر میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک تحقیق یہی ہوا ہے کہ اہل کتاب توریت اور اورکتب مقدسہ کے ترجمہ میں تحریف کرتے تھے نہ اصل توریت میں اوروہ قول ابن عباس کا ہے"۔

دیکھئے یہ علما محققین جو بلحاظ علم وعمل قدامت ودیانت علماء حال سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے حتیٰ کہ علماء عصر ان کے پاسنگ بھی نہیں ہوسکتے یہ سب ان کے خوشیہ چین ودست نگر ہیں ان کی رائے کتب مقدسہ کی صحت واعتبار

کی نسبت ایسی تھی۔ وہ اپنے مقدس نبی کی رائے اس امر میں حال کے مولویوں سے زیادہ دریافت کرسکتے تھے۔ وہ قرآن شریف کے معنی ان سے زیادہ سمجھتے تھے۔ ان کا علم اصلی و حقیقی تھا۔ کون مولوی ہے جو اج امام محمد اسماعیل بخاری۔ اورامام فخر الدین رازی، بامتاخرین میں سے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے مقابل ہو کر کہہ سکے ؟ تم جھوٹے ہو۔ ہم سچے ہیں۔ کتب مقدسہ اپنی اصل مقدسہ اپنی اصل محرف ومبدل ہو گئیں نہ وہ اس لائق ہیں کہ کوئی مومن ان پر ایمان لائے یا انکی تعظیم کرے؟ سرسید مرحوم نے اپنی بحث کویوں ختم کیاہے۔

"پس ان تمام روایتوں سے ظاہر ہوتاہے کہ ہمارے مذہب کے علماء محققین نے ان تین قسموں میں سے کسی قسم کی تحریف کاہونا کتب مقدسہ میں نہیں ماناہے۔ اور جو کوئی شخص اس بات کا قائل ہواہے ۔ کہ تمام مقدسہ میں ان تینوں قسموں کی تحریف ہوئی اس قول کا خوب ہمارے مذہب کے بڑے بڑے علماء نے تخطیہ کیاہے"۔

رہی ان پانچ قسموں کی تحریف اگرہو بھی گئی ہو تو اس سے اصل کتب محرف ہوہی نہیں سکتیں اس کو اصل کتب سے کچھ مناسبت نہیں فقط۔

سلطان